حالاتِ معظم

عبدالرحیم خانخاناں

مخصوص نورتن دربارِ اکبری

عروج و زوال کی جیتی جاگتی تصویر

من مصنف

گوردھن داس بہارگو

وظیفہ یاب انسپکٹر خفیہ پولیس اضلاع سرکارعالی

۱۳۵۰ف مطابق ۱۹۴۱ء

مطبوعہ

مارواڑی پریس افضل گنج حیدرآباد دکن فون نمبر ۲۳۴۳

دیباچہ

سترھویں صدی بکرمی میں حسب ذیل ہندی شعرا کی پیدائش ہوئی (۱) سورداس (۲) تلسی داس (۳) کیشوداس (۴) عبدالرحیم خانخانان

آچاریہ بھکاری داس نے ہندی شعرا جو اس زمانہ میں تھے۔ یوں ذکر کیا ہے

ایک لہے تپ پنجن کے پھل جیوں تلسی اور سور گوسائیں
ایکن کو بہو سمپتی کیشو بھوشن جیوں بربیر بڑائیں
ایکن کو جس ہی سوں پریوجن ہے رسکھان رحیم کی نائیں
داس کبتن کی چرچا بدھونتن کو سکھ دے سب ٹھائیں

جن شعرا کا مختصر ذکر کیا گیا ہے اُن کی تعریف اِس قدر کافی ہے ان کی بابت علیحدہ علیحدہ بیان کی گئی ہیں

اس میں کلام نہیں کہ بھوکاری داس نے رحیم کے متعلق بالکل سچ کہا ہے۔ انہوں نے ہندی شاعری میں خراج تحسین حاصل کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک نظم پر گنگ شاعر کو ستائیس لاکھ روپیہ دیا تھا۔ اُن کو دولت کی کمی نہ تھی یہ مشہور وکیل مطلق سپہ سالار و وزیر بہرام خاں کے لڑکے تھے۔ اکبر کے نورتنوں میں علی الخصوص ایک رتن تھے۔

تلسی اور گنگ دونوں سُکھ کے سرد تھے۔ انہیں گنگ شاعر نے خانخانان کے مدح میں دوہا کہا۔ یہ بڑے اونچے شاعر تھے۔ مگر خانخانان کو اپنے سے اونچا سمجھتے تھے اُن کی تعریف میں حسب ذیل دوہا کہا۔

سیکھے کہاں نواب جو ایسی دینی دین
جوں جوں کر اونچے کریں توں توں نیچی نین

جواب خانخانان۔

دین ہار کوئی اور ہے اور بھیجت جو دن رین
لوگ بھرم ہم پر دھریں اس کارن نیچی نین۔

رحیم کی پیدائش۔ رحیم کی پیدائش ۱۵۵۶ء میں ہوئی۔ عبدالرحیم خان خانان اکبر سے تیرہ برس چھوٹا تھا۔ ان دونوں کے زائچے ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

نام سے مشہور ہوا۔

باپ کے انتقال کے بعد بیرام خاں بلخ چلا گیا۔ وہاں ۱۶ سال کی عمر میں ہمایون کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شاہ کی مہربانی سے وہ بہت جلدی ترقی پا گیا۔ قنوج کی لڑائی میں اس نے بڑی بہادری دکھائی تھی لیکن ہمایون کے شکست پانے پر وہ یہاں سے بھی بھاگا۔ شیر شاہ سوری نے بیرام خاں کو اپنے پاس بلایا تھا لیکن ان کی غیور طبیعت نے ان کے پاس جانا پسند نہیں کیا۔ اور پھر موضع جون گاؤں میں جو دریائے سندھ کے کنارے ہے ہمایون سے جا ملا۔ اور یہاں سے ہمایون کے ساتھ ہی ساتھ ایران گیا اور ایران سے واپس ہو کر اس نے شیر شاہ سے مقابلہ کیا اور اسی سال ہمایون نے انتقال کیا اور بیرام خاں اکبر کا اتالیق ہو گیا۔ اکبر نے اس کو وزیر مطلق کا عہدہ دیا اور اس کو خان بابا کہا کرتا تھا۔ اسی نے افغانوں کو پے در پے شکست دے کر مغلیہ سلطنت کی بنیاد مستحکم قائم کی۔

ہمایون کے ساتھ جب یہ دہلی آیا تو جمال خاں میواتی اپنی دو لڑکیوں کو ساتھ لیکر حاضر ہوا۔ ہمایون کا نکاح بڑی لڑکی سے ہوا اور اس نے چھوٹی لڑکی کے ساتھ نکاح کیا۔ اسی کے بطن سے سنہ ۱۵۵۶ء میں عبدالرحیم پیدا ہوا تھا۔

اس لڑکے کے پیدائش کے وقت بیرام خاں نے دل کھول کر خرچ کیا۔

جس میں کئی عورتیں تھیں لے کر احمد آباد پہنچا۔ غور فرمانے کی جگہ ہے کہ اس صدمہ کا اثر عبدالرحیم خاں جس کی عمر ۴ برس کی تھی اور سلیمہ بیگم جس کی ۲۰ سال کی تھی پر کیا گزرا ہوگا اس کم عمر لڑکے کو کم عمری ہی سے دنیا کا نشیب و فراز و سرد و گرم سے آگاہی ہونا شروع ہوئی۔ یہ قافلہ یہاں سے روانہ ہو کر پانچ ماہ میں احمد آباد پہونچا اور چند روز یہاں ٹھہر کر آئندہ سفر کے لئے کچھ ساز و سامان مہیا کیا۔ اور یہاں سے آگرہ جہاں اکبر مقیم تھا پہنچا۔ اکبر کو اس سانحہ کی اطلاع قبل ہی پہنچ چکی تھی۔ اس قافلہ کو یہ تشویش تھی کہ بیرم خاں نے اپنی آخری عمر میں اکبر سے بگاڑ کر لیا تھا۔ اسے یہ خیال تھا کہ اس کے پسماندوں سے سلوک نہیں کیا جائیگا۔ شبہ۔ لیکن احمد آباد پہنچنے پر معلوم ہوا کہ اکبر نے اس قافلہ کو حسن انتظام کے ساتھ آگرہ بھیجنے کیلئے تحریر کیا ہے تو وہ تشویش رفتہ رفتہ سے جدا ہو گئی۔ ۱۵۶۱ء میں یہ قافلہ دہلی پہنچا۔ اکبر نے دو سرداروں کو انتخاب کیا جنہوں نے بیرم خاں کے پسماندگان کی خاطر خواہ دلجوئی کی اور عبدالرحیم خاں کی تعلیم و پرورش کا خود کفیل ہوا۔ دربار میں بیرم خاں جو عبدالرحیم خاں کا باپ تھا اس کے بہت مخالف تھے جو بیرم خاں کی سرکشی اور جھگڑوں کا ذکر کر کے اس کے دل کو گزری ہوئی یادوں کو تازہ کرتے رہتے تھے۔ مگر اکبر نے بھی ان کی پرواہ نہ کر کے عبدالرحیم خاں کو مرزا خاں کا خطاب دیا اور اسی نام سے وہ اس کو بلایا کرتا تھا۔

عبدالرحیم خاں بذات خود ہوشیار اور سمجھدار تھا۔ اکبر کی نگرانی اور تعلیم نے

اسے چار چاند لگا دیے۔ عبدالرحیم خان چھوٹی عمر سے ہی امیر لڑکوں کی طرح اپنا
وقت لہو ولعب میں نہیں گزارتا تھا۔ جب یہ لکھ پڑھ کر سیانا ہوا تو اکبر نے خانخاناں
مرزا عزیز کی لڑکی سے اس کی شادی بھی کر دی۔

گجرات فتح ہونے پر خان اعظم مرزا عزیز وہاں کے صوبہ دار مقرر ہوئے
مگر دوسرے سال جب یہاں بغاوت ہو گئی تو اکبر نے چیدہ سواروں کے ساتھ
عبدالرحیم خان خاناں کو بھی وہاں بھیجا۔ یہ فوج یلغار کرتی ہوئی دو ماہ کا راستہ
سات دن میں ختم کیا اور اس بغاوت کو فرو کیا گیا۔

یہ جھگڑا مٹ جانے کے بعد دوبارہ عزیز کوکہ کو وہاں کی حکومت پر بھیجنے
لگے تو یہی سردار اڑ گیا کہ کیا میں ہی ان بلوائیوں کے [illegible] ان کے لیے رہ گیا
ہوں۔ یہ سنکر اکبر نے عبدالرحیم خاں کو ان کے ساتھ بھیجا۔ عبدالرحیم خاں کی عمر
۱۹ سال کی تھی۔ اس کے سوا اور چار تجربہ کار سردار کو اکبر نے مقرر کیا۔ وزیر خاں کو
وزارت دی اور سید مظفر بارہہ کو بخشی بنایا گیا اور یہ لوگ وہاں سے چل دیے۔

سنہ ۹۸۳ھ میں عبدالرحیم خاں واپس بلا لیا گیا اور سلیم جو بعد میں جہانگیر
کے نام سے تخت نشین ہوا اس کا اتالیق مقرر کیا گیا۔

جب گجرات پر فوج کشی کی گئی تو وہاں کا [illegible]۔ سید مظفر بھی قید کیا گیا۔
سنہ ھ میں یہ قید سے فرار ہو کر گجرات چلا گیا اور جوناگڈھ میں پہنچ کر کاٹھیاواڑ
کے لوگوں کی پناہ میں رہنے لگا۔ سنہ ھ میں جب شہاب الدین احمد خاں جو گجرات کا

حاکم تھا اعتماد خاں کو مقرر کر کے بھیجا تو صوبہ دار کے چند نوکروں نے بغاوت
کر دی۔ مظفر جو اس تاک میں بیٹھا تھا باغیوں کا سردار بن کر احمد آباد پر قبضہ کر لیا
اور دو قدم آگے بڑھ کر بڑودہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ یہاں پر بہت ساری لوٹ ہاتھ
آئی۔ اس دولت سے اس نے سنہ [illegible] میں ایک فوج کھڑی کر لی اور دربار
عام کیا۔ خدمتیں اور خطاب تقسیم ہونے لگے اور خطبہ بھی اس کے نام پڑھا جانا شروع
ہوا۔ انقلاب زمانہ دیکھیے کہ یہ وہی مظفر ہے جو قید میں روپیہ روز بھتہ پاتا تھا
اور وہاں سے فرار ہو کر فوج اکٹھی کی اور شاہ بن گیا۔

جب یہ کیفیت شہنشاہ تک پہنچی تو انہوں نے مرزا عبدالرحیم کو چند امراء
کے ساتھ مظفر کے مقابلہ کیلئے بھیجا۔ یہ بھی اپنی فوج کو مارا مار لئے ہوئے
پٹن پہنچے جہاں ان کے والد مارے گئے تھے۔

پٹن پہنچ کر مشورہ سرداروں کی۔ اکثر کی غلبہ آور سے فیصلہ ہوا کہ دشمن
کی فوج چالیس ہزار ہے اور شاہی فوج صرف دس ہزار ہے۔ اس لئے کمک
آنے تک لڑائی چھیڑنا نہیں چاہیئے۔ اور بعضوں نے یہ بھی کہا کہ بادشاہ
کا بھی ایسا ہی خیال ہے مگر دولت خاں میر شمشیر جو فوج کا نائب بخشی تھا۔
اس نے یہ مشورہ دیا کہ اگر وہ فوج آ گئی تو اس کی مدد سے کامیابی ہوئی تو شہرت
اس فوج کی ہوگی اور یہ بھی کہا کہ اگر خان خاناں بننے کی تمنا ہو تو شہرت
حاصل کرو۔ گمنامی کی زندگی سے شہرت حاصل کر کے مرنا بہتر ہے۔

نوجوان مرزا خاں کا دل اس طرف پہلے ہی سے مائل تھا اور یہ رائے
سن کر وہ لڑائی کے لیئے مستعد ہو گئے۔ اور اس نے بڑی خوشی اور اطمینان سے
تیاری شروع کی۔ احمد آباد سے تین کوس کے فاصلہ پر سرتیج کے مقام پر گھمسان
کی لڑائی ہوئی۔ دشمن کی چوگنا فوج کا اثر مغلیہ فوج پر کچھ پڑ رہا تھا۔ اسی
اثنا میں مظفر خاں نے چھ سات ہزار سوار لے کر مرزا خاں پر حملہ کیا جو قلب
میں سو سوار اور سو ہاتھیوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ اس کے خیر خواہوں نے
چاہا کہ ان کو وہاں سے ہٹا لے جائیں مگر یہ سورما کیا رن سے ہٹنے والا تھا
اس نے یہ دیکھ کر کہ فوج کی ہمت بھی بندھ گئی ہاتھیوں کو بڑھانے کے لیئے
حکم دیا گیا کہ آگے بڑھتے جائیں۔ اسی وقت خواجہ نظام الدین جن کو مرزا خاں
نے کچھ فوج کے ساتھ دشمن کی پشت کی طرف سے دھاوا کرنے کو مقرر کیا تھا
دشمن پر پیچھے سے حملہ کر دیا۔ لوگوں نے یہ خیال کر کے کہ شاہی فوج آ پہنچی
یا بادشاہ بذات خود تشریف لائے یا مالوہ سے امدادی فوج پہنچ گئی۔ اس
شاہی فوج نے وہ رنگ جمایا کہ دشمن کی فوج جو ٹڈی دل تھی پریشان کر دیا
اس جنگ کا مفصل حال بادشاہ کو لکھ بھیجا۔ بادشاہ نے اس مبارک خبر کو
سن کر درگاہ خدا میں دوگانہ پڑھا۔ چونکہ یہ فتح ایک شیر دل کے ہاتھ پر ہوئی تھی۔
مظفر یہاں سے بھاگ کر کھمبایت گیا یہاں کے بیوپاریوں کو لوٹ
کھسوٹ کر نئی فوج تیار کیا۔ مرزا خاں نے بھی مالوہ کی فوج آنے پر اس طرف

چڑھائی کی۔ یہ ناگور چلا گیا۔ یہ پہاڑی مقام ہے۔ اور اس پہاڑی مقام پر جنگ عظیم ہوا۔ اگرچہ کہ مظفر کی فوج زیادہ تھی مگر شاہی فوج نے توپ خانہ پہاڑ پر چڑھا دیا تھا اور توپوں سے وہ آگ برسائی کہ مظفر گھبرا کر۔ راج پیلا کو بھاگ گیا۔ اس لڑائی کا خاتمہ مظفر کی موت کے ساتھ ہوا۔ اکبر نے مرزا خاں کو پنج ہزاری منصب دیکر خان خاناں کا خطاب دیا۔

جنگ کے پہلے اس نے یہ منت مانگی تھی کہ اگر فتح ہوئی تو میرے پاس جو کچھ ہے غرباؤں کو تقسیم کر دوں گا۔ اور فتح پر اپنی منت پوری کی۔ ہاتھی گھوڑے۔ کنگن جن کی قیمت غریبوں کو نہیں مل سکتی تھی ان کو بیچ کر رقم محصلہ غریبوں کو دیدیتے تھے۔ سب کے آخر میں ایک سپاہی آیا اور کہا کہ مجھے کچھ نہیں دیئے۔ عبدالرحیم خان خاناں نے اپنا قلمدان دے دیا۔

عبدالرحیم خان خاناں نے ایک خط ابوالفضل کو لکھا کہ ایک صوبہ بغاوت پر آمادہ ہے۔ اور میرے ساتھیوں میں کوئی صاحب رائے نہیں ہے اگر بادشاہ مناسب سمجھیں تو راجہ ٹوڈرمل کو اس طرف بھیجیں تاکہ امن قائم ہو۔ ابوالفضل انکی ہمت افزائی کی اور اکبر نے دلجوئی کی۔ مگر نوآموز مرزا خاں جہاں اپنے بہت سے دشمن پیدا کر چکا تھا وہیں اس کام کا کرنا وہ مشکل سمجھتا تھا اور اطمینان قلبی نہ رہا۔ اور اسی وجہ سے جو اس کے دل میں تھا ہویدا کر دیا۔ ان کا راجہ ٹوڈرمل کو طلب کرنا دو معنی رکھتا تھا کہ ان کی ڈھارس ہو اور آدمی کے

جوہر کھلے۔ آخر میں راجہ ٹوڈرمل نے ہی امن قائم کیا تھا۔ اس کے بعد بادشاہ کا حکم آنے پر قلیچ خاں کے اس صوبہ کا انتظام سپرد کر کے یہ حاضر دربار ہوئے۔

عبدالرحیم خاں خاناں نے بابر کے سوانح حیات کو ترکی سے فارسی میں ترجمہ کر کر اکبر کو پیش کش کیا۔ بادشاہ اس پر بہت خوش ہوئے۔ اسی سال راجہ ٹوڈرمل کے انتقال پر یہ وکیل مطلق بنائے گئے۔ اور علاقہ جونپور ان کو جاگیر میں دیا گیا۔ اور صوبہ ملتان کے صوبہ دار بنائے گئے۔ اور بڑی فوج کے ساتھ ٹھٹھہ اور سندھ کے علاقہ کو فتح کرنے کے لئے مقرر کئے گئے۔ یہ پہلے ملتان پہنچے اور کیل کانٹے سے درست ہوئے اور پھر اس طرف کا رخ کیا۔ مرزا خاں نے بڑی دور اندیشی سے کام لیا۔ اور قلعہ سہون سے (جسے درگ سہون بھی کہتے ہیں) پاس سے گزرتے ہوئے لکھی مقام پر قبضہ حاصل کیا۔ یہ سندھ کی کنجی تھی۔ بلا کشت و خون سندھ کی کنجی حاصل کی جس طرح بنگال کا پھاٹک گڑھی اور کشمیر کا پھاٹک بارہ مولا ہے انہیں کے مماثل یہ سندھ کی کنجی ہے۔ اس کے بعد درگ سہون کا محاصرہ کیا گیا۔ مرزا جان بیگ یہ کیفیت سن کر فوج کے ساتھ اس مقام پر پہونچا اور نصیرپور ایک قلب مقام پر ڈیرے ڈال دیا۔ اس اثنا میں عبدالرحیم خاں کی امدادی فوج بھی آپہنچی۔ پہلے مرزا جان نے دو سو کشتیوں کا ایک بیڑا بھیجا خان خاناں کے پاس صرف پچاس کشتیاں تھیں۔ ان کشتیوں پر ایسے لوگ جو جان دینا اور جان لینا ہی جانتے تھے بٹھا کر اور کچھ توپیں

دریت کرنے کے لئے فوج بھیجی۔ ابراہیم مقابل میں آیا اور وہ میدان کارزار میں ختم ہوا۔ اس نے اس واقعہ کے ایکدن قبل اپنے بھائی اسمٰعیل کو اندھا کر کے مار ڈالا تھا۔

اے سکندر نہ رہی تیری بھی عالمگیری ۔ کتنے دن آپ جیا جیسے یہ دارا مارا

اکبر جو موقع طلب تھا۔ مراد کو فوج دیکر احمد نگر روانہ کیا۔ میاں منجو جو احمدنگر کے خاص آدمیوں میں سے تھے انہوں نے اکبر کو یہاں کے حالات واضح کرتے ہوئے عبدالرحیم خان خانان اور مراد کو احمدنگر بھیجنے کی استدعا کی تھی۔ مراد اس سے قبل گجرات میں تھا۔ اور اس تحریر پر خان خاناں کو دکن پر فوج کشی کرنے کا حکم دیدیا۔ مراد بمقام بھروچ خان خاناں کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ خان خانان کو اپنی فوج اکٹھا کرنے میں کچھ عرصہ لگا۔ اور کچھ دن اپنی جاگیر بھیلسا جو راستہ میں تھی ٹہیر گیا۔ اس کے بعد یہ سنکر مراد نے ان کو ایک خط لکھا۔ خان خاناں نے جواباً لکھا کہ راجے علی خاں اور دوسرے لوگوں کو اکٹھا کرئیں گے۔ یہ خط کو دیکھ کر درباریوں نے اس پر کیا رنگ چڑہایا اس کا حال خان خاناں کے سوانح حیات میں ملے گا۔ خان خاناں نے اپنے توپ خانے اور فوج کا انتظام شاہ رخ کے حوالہ کیا۔ اور تھوڑی فوج لے کر راجے علی خاں کو اپنے ساتھ لیا اور دکن کا رخ کیا۔ شہزادہ ان حالات کو دیکھتے ہوئے اُن کا ساتھ نہیں دیا اور اپنی فوج لے کر احمدنگر کا رخ کیا۔ اور چاند امقام جو احمدنگر سے چالیس کوس ہے

مقام کیا۔ خان خاناں یہ کیفیت پاکر یلغار چاند امقام پر پہنچا۔ پہلے دن ملاقات ہی نہیں ہوئی۔ دوسرے دن ہوئی تو یوں ہوئی کہ شہزادہ کے تیور بدلے ہوئے تھے۔ اُن کی بات چیت ایسی تلخ تھی کہ خان خاناں سنکر مرعوب ہوگیا اور اپنی فوج میں چلے آیا۔ اس کے بعد کاغذی گھوڑے دونوں طرف سے دوڑے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں میں صفائی ہوگئی۔

۱۵۹۲ء میں احمد نگر کا قلعہ محصور کرلیا گیا اور موقع محل کے ساتھ توپیں چڑھا دی گئیں اور گڑھے کھود کر یہ انتظام کیا گیا کہ اس میں بارود رکھکر قلعہ کی دیوار اڑا دی جائے۔ چاند بی بی نے ابراہیم کو تخت پر بٹھا دیا اور اُس کے افسروں کو اپنے طرف رجوع کیا۔ بیجاپور سے صلح کرلی اور قلعہ کی محافظت کا انتظام خود کیا۔ اور قلعہ کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لی۔ شاہی فوج کے سرداروں میں نفاق تھا اور مراد کے ناموافق باتوں سے مشکلات پر مشکلات پیش آرہی تھیں۔ رسد رستہ میں لوٹنے لگی اور کھانے پینے کی تکلیف ہونے لگی اور یہ بھی شہرت ہوئی کہ بیجاپور اور گولکنڈہ کے بادشاہوں نے احمدنگر کو مدد دینے کیلئے فوجوں کو جمع کیا ہے اس لئے جب چاند بی بی نے صلح کا معروضہ پیش کیا تو شہزادہ مراد نے فوراً منظور کرلیا۔ اور برہان الملک کا بیٹا بہادر نظام شاہ تخت نشین ہوا۔ احمدنگر ان کو جاگیر میں دے دیا گیا اور برار کو خالصہ میں شریک

کر لیا گیا۔ اور شہزادہ نے شاہ پور ایک نئی بستی آباد کر کے اپنا دار الخلافہ قرار دیا اور امراؤں کو جاگیریں تقسیم ہوئیں۔

دکن کے سلطانوں نے مشورہ کر کر ستر ہزار فوج تیار کی اور معتمد الدولہ صلح خاں کو فوج کا سپہ سالار مقرر کر کر شاہی فوج کے مقابلہ میں لے گیا شہزادہ مراد کی بڑی تمنا تھی کہ صلح خاں سے مقابلہ کرے لیکن اُس کے چاپلوس فوجی افسروں نے اپنی رائے نہیں دی اور اس لئے وہ کچھ نہ کر سکا۔ عبد الرحیم خان خاناں نے جب یہ رنگ دیکھا تو راجے علی خاں اور شاہ رخ کو ساتھ لیا اور بیس ہزار فوج ساتھ لے کر شاہ پور سے چل دیا اور وہ بمقام آشٹی جو پاتھری سے بارہ کوس ہے ٹھیر گئے۔ اور فوج کا انتظام ٹھیک ہو گیا صلح خاں بھی اپنا توپ خانہ اور فوج جس کا اس کو گھمنڈ تھا لے کر آ پہنچا۔ اور مانجرا کے میدان میں لڑائی کا انتظام ہو گیا۔ صلح خاں نے دائیں جانب عادل شاہی فوج اور بائیں جانب قطب شاہی فوج رکھ کر نظام شاہی فوج کو ہمراہ لے کر قلب میں ڈٹ گیا۔ اور خان خاناں نے سیدھے جانب پر راجے علی خاں کو مقرر کیا اور سامنے عبد الرحیم خاں خاناں مقابلہ میں آیا دکنی سلطنتوں کا توپ خانہ بڑا تھا اور سامان بھی اچھا تھا۔ لڑائی توپوں سے شروع ہوئی۔ شاہی سپہ سالار بھی اپنی اس کمی کو دیکھ رہا تھا۔ اس پر بھی اُس نے فوج کو آگے بڑھنے کا حکم دیا اور پیش رو فوج سے پیش رو فوج

معرکہ آرا ہوئی۔ راجے علی خاں اور رام چندر نے اس پھرتی کے ساتھ حملہ
کیا کہ دشمنوں کو اپنی توپوں کو سر کرنے کا بھی موقع نہیں دیا۔ اچھی دست بدست
لڑائی ہوئی کبھی دشمن پیچھے ہٹتے کبھی شاہی فوج ہٹتی۔ اس گھمسان کی لڑائی
میں راجے علیخاں ہٹتا ہٹتا خان خاناں کے مقام تک پہنچ گیا۔ اس لئے دشمن
کے سپہ سالار نے انہیں پر آگ برسائی اور بڑی ترتیب سے حملہ کیا۔ راجے علیخاں
داد بہادری دے کر مارا گیا اور سہیل خاں یہ سمجھ کر کہ سپہ سالار فوج مارا گیا۔
خان خاناں کی فوج کو لوٹتا ہوا ایک ندی پر پڑاؤ ڈالا۔

ادھر خان خاناں نے اپنے مقابل کے دشمن کا خاتمہ کر دیا اور بڑھتے
بڑھتے وہاں تک پہنچے جہاں دشمن کا توپ خانہ اور بارود کا خزانہ تھا۔ رات
ہوگئی تھی اس لئے توپوں کو سر کرنے کے لئے وہیں اتر پڑے دشمن بھی قریب
میں تھا لیکن ایک دوسرے کو خبر نہ تھی۔ غلطی یہ ہوئی کہ صلح خاں کے لوگوں
نے مشعل روشن کی۔ تب خان خاناں پتہ لگانے کو جاسوس بھیجے۔ جب ٹھیک
اطلاع ملی تو دشمنوں کی توپوں کو بھی ان کے مقابلہ میں لایا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ
دشمن کی فوج میں ہل چل مچ گئی اور خان خاناں نے فتح کا نقارہ بجانا شروع
کیا۔ اس آواز پر شاہی فوج کے حامی جو ادھر ادھر چھپے بیٹھے تھے جوق جوق
حاضر ہو گئے یہ رات بھر چلتا رہا اور صبح ہوتے تک چھ سات ہزار فوج جمع
ہوگئی۔ صلح خاں بھی سب حالات معلوم کر چکا تھا اور تقریباً ۲۰ - ۲۵ ہزار

فوج اُس کے ساتھ تھی۔ اور اسی گھمنڈ پر وہ ڈٹ کر کھڑا ہوا تھا۔ عبدالرحیم
خان خاناں نے یہ خیال کر کر کہ دن نکلنے پر بھانڈا پھوٹ جائیگا۔ پو پھٹنے سے
پہلے ہی دھند میں حملہ کا حکم دے دیا۔ دولت خاں لودھی نے کہا کہ اتنی بڑی
فوج سے مقابلہ کرنا موت کو بلانا ہے۔ میرے پاس چھ سو سوار ہیں اجازت دیجئے
کہ دشمن پر پیچھے سے حملہ کروں اور یہ بھی کہا کہ بصورت شکست دِلّی کا نام ڈوب
جائیگا۔ اس کا جواب خان خاناں نے یہ دیا کہ اگر ہم دشمن پر فتح حاصل کریں
تو سو دِلّی آباد کر سکتے ہیں۔ اور اگر جیتے رہے تو ایسا ہی ہوگا اور مر گئے تو خدا
کی مرضی۔ سید قاسم بارہ بھی دولت خاں کا ہم خیال تھا اور یہ بھی کہا کہ تم
تو ہندوستانی ہیں۔ اِس کے سوا کوئی اور علاج نہیں۔ چلو خان خاناں سے
مشورہ کریں۔ دولت خاں نے عرض کی کہ دشمن کی فوج بے شمار ہے۔ اور
فتح کا حاصل ہونا یا نہ ہونا خدا کی مرضی پر ہے۔ اگر شکست پائی تو ہم آپ کو کہاں
ڈھونڈیں۔ عبدالرحیم خان خاناں نے جواب دیا کہ مُردوں کے پُشتوں کے نیچے۔
القصہ صلح خاں نے جب حرکت کی تو خان خاناں نے سامنے سے
مقابلہ کیا دونوں طرف کے سپاہی جُھو کے اور رات کے آن نیندے ہونے پر
بھی ڈٹ کے مقابلہ کیا مگر جب دولت خاں پیچھے سے معرکہ آرا ہوا تو فوج نہیں
ٹل چلی اور دوڑ دھوپ پہنچ گئی اور نہ دیکھکر صلح خاں نے خودکشی کر لی۔ اور
اس کو اس حالت میں اُس کے ساتھی اٹھالے گئے۔ تھوڑی دیر میں میدان

صاف ہو گیا اور خان خاناں کو فتح ہوئی۔ خان خانان اس فتح کی خوشی میں ستر لاکھ کا جو سامان تھا لٹا دیا۔ یہ فتح وہ ہے کہ اس کا یہ کارنامہ سونے کے حرفوں میں لکھا جائے۔ اور یہ واقعہ ہے کہ اس جنگ کی فتح نے تمام ہندوستان میں شور مچا دیا۔ بادشاہ نے بھی اس خبر کے سننے پر ایک بے بہا خلعت اور فرمان بھیجا۔ مگر اس جنگ سے بھی دکن کے معاملے نہیں سلجھے تو شہنشاہ نے ان کو اپنے دربار میں بلا لیا اور ان کی جگہ ابوالفضل کو بھیجا گیا۔ ۱۰۰۵ھ میں خان خاناں کی بیوی مہر بانو کا انتقال بمقام انبالہ ہوا۔

ابوالفضل کی کیفیت پہنچنے پر بادشاہ نے بذات خود دکن کا ارادہ کیا اور اس خیال کے پیش رفت میں لاہور سے آگرہ آئے اور یہاں سے دکن کا رخ کیا۔ مراد کی شراب خوری کی وجہ سے موت واقع ہو گئی تھی۔ اس لئے دانیال کو خان خاناں کے ساتھ آگے بھیجا۔ اور ۱۰۰۸ھ میں احمد نگر پہونچ کر اسے گھیر لیا۔ مورچے اور دمدمے بنائے جانے لگے اور سرنگ کھودے جانے لگے۔ اگرچہ یہ محاصرہ سخت تھا لیکن تس پر بھی دشمن قلعہ کی محافظت بہادری سے کر رہے تھے۔ اور باہر جو لوگ تھے وہ شاہی رسد لوٹ رہے تھے اور چاند سلطانہ نے فوجیوں کو ہمت دلانے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا تھا۔ لیکن جب اس نے شاہی فوج کے زبردست حملوں کا سامنا دیکھا تو آخر میں اس نے قلعہ سپرد کرنے کا وعدہ کیا کہ اتنے میں خاں اس موقع پر جو نیر بھاگ گیا اور

جیسے خان حبشی نے سُلطانہ کے خلاف فوج کو اُکسانا شروع کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ غدار آہنگ خاں کے ساتھ سلطانہ کے محل میں گھس پڑے اور اس مشہور سُلطانہ کو قتل کر ڈالا۔ اور ادہر عبدالرحیم خان خاناں نے ایک سُرنگ تو ڑوائی جس سے ۴۳ گز فصیل کی دیوار گر پڑی اور مغلیہ فوج حملہ آور ہو کر قلعہ کے اندر داخل ہو گئی اور قلعہ پر قبضہ ہو گیا اور بہادر نظام شاہ گرفتار کر لیا گیا اور خان خاناں اپنی فوج کو واپس لے کر برہان پور پہنچے جہاں اکبر فروکش تھے۔

جس وقت خان خاناں دانیال کے ساتھ احمد نگر جا رہا تھا تو شیخ ابوالفضل کی ان باتوں کا پتہ لگ گیا تھا جو اُس نے احمد نگر کی فتح کے ضمن میں کی تھی۔ ابتداً خان خاناں اور ابوالفضل میں بے انتہا محبت تھی اور بہت دن علیحدہ رہنے پر محبت کا رنگ کیسے بدلا تھا کہ خان خاناں نے شہزادہ کو سمجھا کر یہ ابوالفضل کو کہلا بھیجا کہ اُن کے آنے تک وہ چڑھائی نہ کریں۔ اور یہ حکم بھجوا کر خود اسیر گڑھ کے قلعہ کے پاس ٹھیر گئے کہ اس کو فتح کر کر اور رستہ صاف کر کے آگے بڑھیں۔ یہ بھی ابوالفضل پر دوسری چوٹ تھی۔ اِس لئے کہ ابوالفضل سے اُس کا ہمدمیانہ تھا یعنی رشتہ داری تھی۔ اور یہ بھی منشا تھا کہ اسے احمد نگر فتح نہ کرنے دیا جائے اور خود فتح کرے۔ اور ابوالفضل بھی اس شطرنج کی چالوں سے واقف تھا۔ بادشاہ کو

پوری کیفیت لکھ بھیجا۔ بادشاہ کا حکم خان خاناں کو یہ پہونچا کہ اسیر گڑھ کا پیچھا چھوڑے اور وہ بذات خود اس معاملہ کو دیکھیں گے۔ اور وہ فوراً احمد نگر چلا گیا اس کے بعد ہی بادشاہ اسیر گڑھ پہنچا فتح کیا اور ابو الفضل کو اپنے پاس بلا لیا۔ اسیر گڑھ فتح ہو چکا تھا اب لئے خاندیس کا نام دانیال کے نام پر دان دیس رکھا۔ اور خاندیس میں برار شریک کر کر ایک صوبہ بنایا اور دانیال کو وہاں کا صوبہ دار اور خان خاناں کو اس کا وزیر بنایا۔ اسی زمانہ میں خان خاناں کی بیٹی جانا بیگم کا عقد دانیال سے ہوا۔ آگرہ سے سلطان ابراہیم کی بغاوت کی اطلاع آ رہی تھی اور ادھر راجستھان اور ملک عنبر دونوں سرداروں نے مل کر شاہ علی کے لڑکے کو مرتضیٰ شاہ ثانی کا خطاب دے کر گدی پر بٹھا دیا اور پھر بغاوت شروع کر دی۔ اور بادشاہ نے پھر خان خاناں کو دکن بھیجا اور خود آگرہ چلا گئے۔ عبد الرحیم خان خاناں ابو الفضل کو دکن کا انتظام کرنے چھوڑ گئے تھے۔ اس میں بھی خان خاناں کی ایک چال تھی۔ چونکہ دانیال تو صوبہ دار تھا اور خود سپہ سالار دیوان تھا اس طرح ابو الفضل ان کا ماتحت ہو گیا۔ وہ کیا کر سکتے تھے بیٹھے بیٹھے وہ خلش کیوں پیدا کرتے تھے۔ ابو الفضل نے جس قلم سے محبت آمیز خطوط بھیجے تھے اسی قلم سے وہ تحریریں کیں کہ کوئی شیطان جیسے لعین کو بھی نہیں کرتا۔ اس کے پڑھنے کے بعد ہر سمجھدار کی یہ کوشش ہو گی کہ سوچے کہ کہاں

وہ محبت اور کہاں یہ دشمنی۔ اکثر یہ دیکھا جاتا ہے کہ جہاں دو دوستوں کے علیٰ ؛ علیٰ ہ ترقی کے لئے کوشش ہو وہ ایک دوسرا جان و مال سے بھی دریغ نہیں کرتا لیکن جہاں دونوں کا مرکز ایک ہی ہے وہاں ایک دوسرے کو گرانے میں پس و پیش نہیں کرتے یہ نئی بات نہیں ہے تین سو برس پہلے بھی یہ بات موجود تھی۔ اور جہاں ایسی صورت پیدا ہوئی ہوگی یہی سبب ہوا ہوگا۔

شہزادہ سلیم کے غداری ختم ہونے پر ابوالفضل دربار میں بلائے گئے تو اس اثنا میں سلیم کے اشارہ پر اورچھہ کے راجہ نے ان کو ختم کر دیا۔ سنہ ۱۶۰۴ میں شہزادہ دانیال نشہ کرنے کی بدولت مر گیا۔ اور اس کے انتقال سے عبدالرحیم خان خاناں کو جو اس کا داماد تھا بڑا رنج ہوا۔ اسی سال اکبر بھی دنیائے فانی سے ملک جاودانی کو روانہ ہوا اس کے مرنے کی تاریخ اس مصرعہ سے نکلتی ہے۔

لف کشید ملک ز فوت اکبر شاہ۔

اور جہانگیر بادشاہ ہوا۔

بوقت تخت نشینی جہانگیر خان خاناں دکن میں تھا۔ انہوں نے کئی درخواستیں واپسی کے لئے دی تب کہیں ان کو واپسی کی اجازت جہانگیر نے دیا۔ وہ اس خوشی سے حاضر ہوا کہ اسے معلوم نہ ہوا کہ سر کے بل آیا کہ پاؤں کے بل۔ جہانگیر کے پیروں پر خان خاناں گر پڑا تو انہوں نے اٹھا کر چھاتی سے لگایا اور

مالاہائے مروارید اور چند زیورات جو قریب تین لاکھ کے تھی دیے۔ اور ہاتھی گھوڑے
ہمراہ دے کر پھر دکن روانہ کیا۔ عبدالرحیم خان خاناں دکن کے جھگڑوں کو
مٹانے میں مصروف تھا کہ جہانگیر نے شہزادہ پرویز کو خان خاناں کی مدد کے لئے
بھیجا۔ مگر اب بھی وہی پرانی باتیں نمود ہوئیں۔ کہاں پرانا تجربہ کار معرکہ آرا
اور کہاں یہ کم سن سپہ سالار۔ بارش کے زمانہ میں لڑائی شروع کر دی۔ یہ
پہلا موقع تھا کہ خان خاناں کو شکست ہوئی۔ اور احمد نگر جس کو انہوں نے تنہا
فتح کیا تھا ہاتھ سے نکل گیا۔ اس کے بعد شہزادہ نے باپ کو خط لکھا کہ
جو کچھ ہوا خاں خاناں کی بری نیت کا پھل ہے یا تو آپ خاں خاناں کو
بلا لو یا مجھے بلا لو۔

یہ ۱۰۲۰ھ میں دہلی بلائے گئے اور قنوج اور کالپی ان کو جاگیر میں
دیا گیا اور وہیں بھیجے گئے کہ وہاں کی بغاوت کو فرو کریں۔ دوسرے سال جب
عبداللہ خاں کے انتقال کی کیفیت ملی تو یہ واپس جاگیر سے بلائے گئے۔ اور ان
کو چھ ہزاری منصب اور خلعت دیکر اور ابوالحسن کو ان کے ساتھ دیکر دکن کو روانہ
کیا۔ اور ان کے بیٹے شاہ نورخاں کو تین ہزار منصب اور داراب خاں کو
دو ہزار کا منصب دیا گیا۔

عبدالرحیم خان خاناں نے دکن میں پہونچکر سب معاملہ ٹھیک کر لیا۔
اور شاہ نوازخان کو فوج کے ساتھ بالاپور بھیجا۔ وہاں ملک عنبر کے کئی سردار

آملے جن کا اُس نے بڑی خاطر و مدارت کی اور اُن کے مشورہ سے ملک عنبر پر چڑھائی کر دی۔ ملک عنبر کے فوجی دستے گاؤں گاؤں میں قائم تھے وہ یہ کیفیت سنکر ٹڈی دَل کے موافق بڑھے۔ لیکن شکست پاکر واپس گئے ملک عنبر یہ کیفیت سنکر عادل شاہی اور قطب شاہی فوج کو لے کر آگے بڑھا۔ دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ لیکن ان دونوں کے بیچ میں ایک نالہ تھا جسمیں دور تک دلدل تھی یاقوت خاں حبشی نے ایک زور کا حملہ کیا لیکن گولی اور تیروں کی بوچھاڑ کی وجہ سے اُس کی کچھ فوج کھیت رہی اور باقی فوج واپس ہوگئی کیونکہ یہاں دلدل بہت تھی۔ ابھی غروب آفتاب کے لئے ایک پہر باقی تھا لیکن گولیوں اور توپوں کے دہوان کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شام ہوگئی۔ ملک عنبر کی فوج بھی اِس حالت کو دیکھکر لال پیلی ہوگئی اور دشمن پر جا پڑی اور داراب خاں ہراول سے مقابلہ کر کر نالہ پار کیا اور اس طرف جا پہنچا۔ اور دشمن کی فوج کو چیرتا پھاڑتا ملک عنبر پر حملہ آور ہوا۔ وہ تلوار کی آنچ نہ سہہ کر عبیر بن کر اُڑ گیا۔ دشمنوں نے اُس کا تین کوس تک تعاقب کیا اور معرکہ کا کچھ ایسا رنگ جما کہ لوگوں کو دیکھ کر قیامت کا شبہ ہوگیا۔

سنہ ۱۶۲۰ء میں جہانگیر نے شہزادہ خرم کو شاہ جہاں کا خطاب دیکر دکن بھیجا اور خود دوسرے سال مانڈو ے میں آکر قیام کیا۔ شاہ جہاں نے اپنی دانست میں پرانے سپہ سالار اُن کو دکن کی فتح کے لئے مقرر کیا اور وہاں کا انتظام

خاطر خواہ کر کر عبدالرحیم خان خاناں کو اپنا قائم مقام کر کر مانڈوہ کو چلا گیا۔ باپ نے اس کو گلے لگایا اور شاہ نواز خاں کی لڑکی سے اس کی شادی کر دی۔ ۱۰۲۷ھ میں خان خاناں دربار گیا اور جہانگیر نے ان کی بڑی آؤ بھگت کی۔ اور سات ہزاری منصب جو اب تک کسی سردار کو نہیں ملا تھا ان کو عطا کیا۔ اور مرصع تلوار اور ہاتھی گھوڑے دے کر دکن کی صوبہ داری ان کو دی۔

دنیا میں بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ دولت کی تلاش میں اپنی زندگی کھو دیتے ہیں۔ روشن ضمیری بھی ایک دھن ہے اور دولت بھی دھن ہے۔ اور دوسروں کے نظروں میں یا وقعت ہونا بھی دھن ہے۔ اور سب سے اوپر صبر و قناعت بھی دولت ہے۔ دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا نیک بخت ہوگا کہ خدا نے یہ سب چیزیں اس کو دیں۔ یہ سب باتیں ہونے پر بھی کبھی ایسا موقع آجاتا ہے کہ دیکھنے والوں کے دل بھی لرز جاتے ہیں۔ جس پر جو گزرتی ہے وہی اس کو جان سکتا ہے۔ ۱۰۲۸ھ میں خان خاناں پر بھی یہی مصیبت پڑی تھی۔ جب وہ بوڑھا اور کمزور ہو گیا تو یہ سب باتیں اس پر بھی پڑیں۔ اور لکشمی (دولت) تو ان پر ایسی ناخوش ہوئی کہ پھیر مڑ کر نہیں دیکھی۔ اسی سال ان کا لڑکا شاہ نواز خاں مے نوشی کے بھینٹ چڑھ گیا۔ اس کا ان کو کتنا رنج ہوا ہوگا وہی جان سکتا ہے جس پر گزری ہو۔ دوسرے سال بھی اس کا دوسرا لڑکا رحیم داد خاں بھی کوچ کر گیا۔ چنانچہ جہانگیر نے اپنی سوانح حیات میں اس حادثہ پر بہت رنج کیا ہے اور اس کے

ہر لفظ سے رنج کے فوارے اُڑتے ہیں۔

وقت کبھی ایسے رستہ پر لا چھوڑتا ہے کہ اُس کے لئے دو ہی راستے ہوتے ہیں اور یہ دونوں ہی سخت ہیں۔ ان رستوں پر چلنے سے کیا نتیجہ ہوگا یہ خدا ہی جانے۔ ۱۶۲۲ء میں ملک عنبر نے سرحد پار کرلی تھی۔ اس لئے شاہ جہاں کو پھر دکن آنا پڑا۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ جب شاہ عباس ایران نے قندھار پر فوج کشی کی تھی۔ اور شاہ جہاں نے اس کو افغانستان بھیجنے کے لئے بلایا۔ مانڈوا پہونچ کر شاہ جہاں نے اپنے والد کو خط لکھا کہ جس میں قندھار جانے کے متعلق اپنی کمزوریاں بتائی تھیں۔ جہانگیر اپنے بیٹے کا طرفدار تھا مگر دوسرے (نورجہاں) کے قبضہ میں ہونے کی وجہ سے وہ کچھ نہیں کرسکتا تھا شاہ جہاں کے تخت نشین ہونے سے وہ یہ سمجھی ہوئی تھی کہ جو اس کو ریاست کے سیاہ وسفید میں دخل ہے جاتا رہے گا۔ اس وجہ سے نورجہاں نے شہریار جس کو اُس نے اپنی لڑکی جو شیر افگن کے بطن سے ہوئی تھی دی تھی۔ باوجود شہریار قابل نہ ہونے کے اُس کی طرفداری کی۔

شاہ جہاں نے دھول پور مانگ لیا جس پر پہلے سے شہریار کا قبضہ تھا اور اس کی طرف سے شریف الملک وہاں کا حاکم تھا۔ شاہ جہاں کے لشکری جب قبضہ لینے گئے لڑائی چھڑ گئی اور شریف الملک کے آنکھ میں تیر لگا اور وہ کانا ہوکر دربار میں چلا گیا۔ شاہ جہاں نے بہت کچھ عرض ومعروضہ کرکر معافی چاہی اور اپنے دیوان افضل خاں کو وہاں بھیجا جو قید ہوگیا۔ نورجہاں کے مشورہ سے جہانگیر کی جاگیر

جو شمالی حصہ میں تھی ضبط ہو گئی۔ اور قندھار پر فوج کشی کرنے کے لیے شہریار کو حکم مل گیا اور پرویز اور مہابت خاں بھیجے گئے کہ شاہ جہاں کو قید کر کے لائیں۔ اس باپ بیٹوں کی جنگ میں بہت سے بارسوخ افسر مارے گئے بدنامی ہوئی اور قید المضاف ملی۔ آخر میں تنگ آ کر شاہ جہاں کو لڑنا ہی پڑا اور خان خاناں کو ساتھ لے کر الٹ پڑا۔

عبدالرحیم خاں خاناں کو دو وقت کا تجربہ تھا اور وہ ایسے لالچی نہ تھے کہ تھوڑے فائدے کے لئے کسی طرف جھک جاتے۔ انہوں نے بہت سوچ سمجھ کر کوئی راستہ اختیار کیا ہوگا۔ عبدالرحیم خان خاناں یہ تو جانتا ہی تھا کہ شراب نے جہانگیر کی عقل کو سلب کر لیا اور کچھ تھوڑی بہت بچی تھی وہ نور جہاں کی روشنی نے چوندھیا دی۔ اور اس کے دام محبت میں پھنس کر اپنے ہونہار بیٹے کا خراب کرنا چاہتا تھا۔ ایسے وقت پر بیٹے کا ساتھ دینا بادشاہ سے باغی ہونا نہیں کہا جا سکتا ہاں بلکہ کی بغاوت کا کلنک کا ٹیکہ لگ سکتا ہے۔ دونوں طرف کی لڑائی کا تماشا دیکھنا یا تو خود کشی کے معنی رکھتی تھی یا ملک کی بربادی کہی جاسکتی۔ جو کچھ سیاسی معاملہ تھا وہ چونکہ شاہ جہاں کے ساتھ تھا لہٰذا آخر تک انہیں کا ساتھ دیا۔

جب عبدالرحیم خان خاناں اور اس کا بیٹا داراب خاں دکن میں شاہ جہاں کے ساتھ آئے تھے تو یہ کیفیت سن کر جہانگیر تزک جہانگیری میں لکھا ہے کہ شتر بے مہار کا بوڑھا جب ایسی غلطی کرے کہ ہم نے اپنے لڑکے کو سدھارنے کے لئے سزا دی تو یہ ان کا

طرفدار ہوگیا تو دوسروں سے ہم کو کیا امید ہوسکتی ہے۔ ان کے باپ نے بھی ہمارے باپ کے ساتھ یہی برتاؤ کیا تھا اور انہوں نے بھی اپنے نطفہ کا ثبوت اس عمر میں دے دیا۔

رستم خاں سے شکست پاکر شاہجہاں دکن لوٹا اور نربدا پار کر کے بہرام خاں کو اس کی گھاٹ میں نگرانی کے لئے مقرر کیا اسی اثنا میں ایک خط جو مہابت خاں نے عبدالرحیم خان خاناں کو لکھا تھا کہ شاہجہاں کے ہاتھ پڑ گیا اس خط کے کنارے پر ایک شعر لکھا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ ہزاروں کی نگاہیں مجھ پر ہیں ورنہ میں اس تکلیف کے بندھن کو توڑ کر نکل بھاگتا۔ شاہجہاں نے یہ خط خان خاناں کو تنہائی میں بتایا مگر جواب کی گنجائش نہیں تھی شرماکر خاموش ہو گئے۔ بالآخر یہ نظربند ہوئے اور یہ قید کر کے مظفر خاں بارہ شعدار کے پاس بھیج دئیے گئے۔ داراب خاں عبدالرحیم خان خاناں کا بیٹا بھی آزاد تھا مگر اس سے جہانگیر کو کھٹکا تھا اس لئے اسے اور عبدالرحیم خان خاناں دونوں سے وہ وعدہ لے کر چھوڑ دیا۔

مہابت خاں اور شہزادہ پرویز نربدا پر پہونچکر دیکھا کہ ناؤ اس کنارے پر لگی ہوئی ہے اور گھاٹوں پر فوج لڑنے کو مسلح ہے۔ پانی میں وہ زور تھا کہ گھوڑے بہ جانے کا اندیشہ تھا۔ مہابت خاں نے اس مضمون کا خط لکھا کہ شہزادہ کی خوش نصیبی سے وہ اس کے چھیر میں آگیا بعض کہتے ہیں کہ خط ایسا تھا کہ شاہجہاں عبدالرحیم خان خاناں کی میٹھی باتوں سے اس کی چال میں پھنس گیا۔ شاہجہاں نے اپنی فوج

اور خان خاناں سے اس معاملہ میں مشورہ کیا اور کچھ مشورہ کے بعد خان خاناں کو ہی اِس کام پر بھیجنے کے لئے انتخاب کیا۔ قرآن رکھکر اُن سے قسم لی۔ اور ان کے بال بچوں کو اپنے پاس رکھکر صلح کی بات چیت کرنے بھیجا۔ مہابت خان نے بہت کچھ تیاری کے بعد اُن کا خیر مقدم کیا اور ایسی باتیں کیں کہ جس سے اُس نے شاہ جہاں کو اپنی کامیابی کی دعا لکھ بھیجا۔ اِس تحریر کے بعد گھاٹوں کے انتظام میں پسپائی شروع ہوئی۔ مہابت خاں بد باطن اسی موقع کی تاک میں تھا اس نے راتوں رات اپنی فوج ندی کے پار کردی اور خان خانان کو نظر بند کرلیا۔ شاہ جہاں وہاں سے بھاگا اور تاپتی پار کرنے کے وقت اِس کی فوج بہت ضائع ہوئی۔

مہابت خان راجپوت نسل سے تھا مگر پیر باب سے ان بن ہونیکی وجہ سے یہ مسلمان ہوگیا تھا خان خاناں صحیح النسب نجیب الطرفین ایک سیدھا سادھا ترک تھا۔ نسل کا جو کچھ اثر ہوتا ہے وہ صدر کے واقعہ سے واضح ہوگا اگر مہابت خاں اپنے دھرم کا پالن کرتا اور بہادرانہ طریقہ اختیار کرتا تو اس مہمان کو جو اس کے گھر آگیا تھا اِس طرح سے نیچا نہ دکھاتا بلکہ اس کو کہہ دیتا کہ میں تیرا مخالف ہوں اپنا انتظام کرلو۔

منشی پریم چند نے ایک تاریخی واقعہ اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ اسپین فتح ہونے کے بعد مسلمانوں کے قبضہ میں چلا گیا لیکن ابتک وہاں کے عیسائی

لوگ اِس کوشش میں تھے کہ وہ اپنی خودداری قائم رکھیں چنانچہ عبد اللہ نامی ایک شخص جو کسی فوج کا عہدہ دار بھی تھا کچھ ایسی باتیں ایک لڑکے سے کہیں جس کی وجہ سے وہ حب الوطن ہونے کی وجہ سے ناراض ہوگیا، اور اُس کو مار ڈالا۔ اور باغ کی دیوار کود کر دشمنوں کے نرغے سے بچ کر عبد اللہ مقتول کے گھر پہنچا۔ مخالفین تعاقب میں ہی تھے۔ عبد اللہ کے باپ نے اِس عیسائی سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ لوگ تیرا تعاقب کر رہے ہیں اُس نے کہا کہ ایک لڑکا مجھے میرے ملک کی تذلیل کرکے مجھے ذلیل کیا ہے۔ اسے میں نے مار ڈالا۔ اور اِس لئے یہ تعاقب ہے میزبان نے پوچھا کہ اس کا نام کیا تھا اُس نے کہا کہ عبد اللہ میزبان نے ایک چیخ ماری اور کہا کہ وہ میرا اکلوتا لڑکا تھا اب میں تجھے زیادہ پناہ نہیں دے سکتا اور نہ میں تجھے دشمنوں کے سپرد کروں گا بس وہ اونٹ ہے کاٹھی لگا لے۔ اور چلا جا۔ میں نے اپنا فرض اور تیری محافظت کا انتظام کر دیا۔ اب ان دونوں چیزوں کو ملا کر دیکھئے۔ ایک طرف باپ اپنے بیٹے کے قاتل سے یہ بات چیت کرتا ہے اور ایک طرف مہابت خاں عبد الرحیم خان خاناں کو دھوکا دیکر یہ فعل کرتا ہے۔ اورنگ زیب نے بھی ایک ایسی ہی حرکت کی تھی۔ مراد جو نشہ کا عادی تھا دکن سے دارا کے تخت نشینی کے بعد اپنے حقوق کی حفاظت میں آگرہ کا رخ کیا اور اورنگ زیب بھی اورنگ آباد سے اپنی منتشر فوج کو لئے ہوئے آگرہ بڑھا۔ اُجین کے قریب اِن دونوں شہزادوں کی کچھ ایک دوسرے سے

دوری پر فوجیں پڑی ہوئی تھیں ۔ اورنگ زیب نے مراد کو یہ اطمینان دلایا تھا
کہ دارا شجاع دونوں حکومت کرنے کے قابل نہیں ہیں میں تجھہ کو تخت پر بٹھا کر
حج کو چلا جاؤں گا۔ اورنگ زیب نے مراد کو اپنے پاس بلوایا۔ مگر ابھی اُسنے
اس طرف آنے کا ارادہ نہیں کیا تھا کہ اورنگ زیب یہ سن کر کہ وہ شکار کو گیا
ہے پیشوائی کی اور اپنے ساتھ لے آیا۔ اور اُس کو اتنی شراب پلائی کہ وہ بیہوش
ہو گیا۔ اس کے بعد اُس کے ہتھیار اٹھائے گیا۔ ایک باندی کو حکم دیا گیا کہ
اُس کے پیر دبائے ۔ اور چار ہاتھی ایک ہی طریقہ کے جمعیت کے ساتھ تیار رکئے
گئے اور ایک ہاتھی پر مراد کو گوالیار کے قلعہ کو بھیجا گیا تھا اور باقی ہاتھی
دوسرے سمتوں میں بھیجدئے گئے تاکہ اُس کی فوج کو یہ نہ معلوم ہو کہ مراد
کہاں بھیجا گیا۔ قبل بھیجنے کے جب مراد ہوش میں آگیا تو اورنگ زیب نے اُس
سے کہا کہ مرد ود ایسا مدہوش آدمی بھی حکومت کے قابل ہوتا جو اپنے ہتھیاروں
کی بھی حفاظت نہ کرسکے ۔ اس کے بعد اورنگ زیب نے مراد کو اپنے دربار
میں دلی بلوایا اور مراد نے اپنے دور حکومت میں ایک کا قصاص کر دیا تھا ۔
اُس کے ورثا کو مدعی بنا کر مقدمہ چلایا اور فتویٰ لے کر اُس کا قصاص کرادیا
یہ تمام واقعات سرجادوناتھ سرکار کے تصنیف شدہ کتاب موسوم بہ
(Life of Aurangzeb) میں درج ہیں۔

اس نے خان خاناں کے بیٹے داراب خان اور دوسرے بال بچوں کو

بھیم سین کی نگرانی میں قید کر دیا۔ برہان پور میں رہنا مناسب نہ سمجھ کر شاہ جہاں
تلنگانہ ہوتا ہوا بنگال چلا گیا اور سلطان پرویز اور مہابت خاں بھی دھاوا
کرتے ہوئے برہان پور پہنچے۔ خان خاناں کو اپنے بچوں کی قید ہونے کی خبر
سُنکر سخت مَلال ہوا۔ اُس نے بھیم سین کو خط لکھا کہ میرے بال بچوں کو چھوڑ
دو۔ ورنہ میں شاہی فوج کو روک دوں گا تو بھیم سین نے جواب دیا کہ ابھی
پانچ چھ ہزار آدمی ہیں اگر تم لڑنے پر آمادہ ہوئے تو تمہارے بال بچوں کو پہلے
قتل کرڈالیں گے اور پھر تمہارا مقابلہ کریں گے۔ شاہ جہاں لڑتا بھڑتا
بنگال پہنچا اور داراب خاں کو آزاد کر کر وہاں کا صوبہ دار مقرر کیا اس کے
بال بچوں اور شاہ نواز خاں کو اپنے ساتھ لے کر بہار گئے۔ اور مہابت خاں
اپنی فوج کے ساتھ آلہ آباد آ گیا تھا۔ اور بنارس کے مقام پر دونوں فوجوں
میں معرکہ کا جنگ ہوا۔ شاہ جہاں کامیاب ہو کر واپس آیا۔ اور داراب خاں
کو طلب کرنے کے لئے حکم بھیجا۔ اس نے جواب دیا کہ زمینداروں نے مجھے گھیر
لیا ہے میں کس طرح سے آسکتا ہوں۔ شاہ جہاں نے یہ خیال کیا کہ جہانگیر
کے موافق یہ بھی دشمن سے مل گیا ہے۔ داراب خاں اور شاہ نواز خاں کے
لڑکوں کو مروا ڈالا۔ شاہی فوج نے بنگال پہنچ کر اُس پر قبضہ کر لیا۔ اور داراب خاں
کا سر کاٹ کر ایک طشت میں رکھ کر خان خاناں کے پاس بھیجدی۔ اور
مہابت خاں کے نوکروں نے بادشاہ کے حکم کے مطابق یہ کہا کہ بادشاہ نے

تربوزہ بھیجا ہے بوڑھے سردار نے آنکھوں میں آنسو بھر کر آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا کہ شہیدی ہے۔ (شہیدی کے معنی خون جیسا رنگ ہے)
سنہ ۱۶۲۷ میں جہانگیر نے ان کو قید سے رہا کر کے اپنے پاس بلوالیا۔ جاتے وقت مہابت خاں نے ان کا مناسب سفر کا انتظام کیا۔ جہانگیر خود لکھتا ہے کہ سامنے آنے پر شرم کے مارے سر نہیں اٹھایا۔ جہانگیر نے کہا کہ جو کچھ ہوا ہے وہ کرم کے مطابق ہوا ہے وہ نہ تمہارے ہاتھ کی اختیاری تھی نہ ہمارے۔ اس کے لئے شرمندہ نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ ہم اپنے کو تم سے زیادہ باشرم سمجھتے ہیں۔ اس کے بعد ایک لاکھ روپیے اور خان خاناں کا خطاب جو چھین لیا گیا تھا قنوج کو جاگیر میں دے کر روانہ کیا۔ اس وقت خان خاناں نے یہ شعر پڑھکر مبارک باد دی۔

مرا لطف جہانگیرے ز تائیدات ربانی
دوبارہ زندگی دادہ دوبارہ خان خانانی

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایشور کی مدد سے جہانگیر کی مہربانی سے مجھے دوسری مرتبہ زندگی ملی اور خان خاناں کا خطاب ملا۔

اس کے بعد جب نورجہاں مہابت خاں سے بگڑ گئی تب اسے بلایا۔ بادشاہ کشمیر کی طرف جارہے تھے اور یہ پانچ چھ ہزار راجپوت فوج کے ساتھ لاہور ہوتا ہوا آیا۔ یہاں خان خاناں بھی تھے اس کے تیور بگڑے

دیکھ کر سمجھ گئے کہ یہ آندھی بن کر آیا ہے خوب دھول اُڑا کر جائے گا اس لئے نہ اس سے ملنے ہی گئے اور نہ اپنے آدمی ہی پوچھنے کے لئے بھیجا۔ جب جہلم ندی پر پہنچ کر مہابت خاں نے جہانگیر اور بیگم کو قید کر لیا تب انہیں لاہور سے دلی جانے کا حکم دیا دلی پہنچتے ہی اس کے دل میں کچھ شبہ ہوا۔ اسلئے پھر لاہور بلوا لیا۔ جب نورجہاں کے پھندے سے جہانگیر چھوٹ گیا اور مہابت خاں بھاگا تب سلیم نے اس کو شکست دینے کے لئے خان خاناں کو مقرر کیا۔ اس کو سات ہزاری منصب اور خلعت مرصع تلوار ہاتھی گھوڑے دیکر روانہ کیا۔ مہابت خاں کی جاگیر اور اجمیر کا صوبہ انہیں دیا گیا۔ اس غرض سے وہ لاہور سے دلی آئے لیکن وہاں بیمار ہو چکے تھے۔ وہ چونکہ ۷۲ سال کی عمر میں ۱۶۲۷ء سنہ میں انتقال کر گئے ان کا مقبرہ ہمایوں کے مقبرہ کے پاس اپنے بیوی کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔

بہرام خاں اہل تشیع سے تھے مگر یہ سُنّی تھے۔ عبدالرحیم خان خاناں عربی میں خاصی مہارت رکھتے تھے اور فارسی اور ترکی ان کی گھر کی باندیاں تھیں۔ بڑی بات یہ ہے کہ سنسکرت زبان جو نہ ان کی ملکی نہ مادری زبان تھی اس میں بھی انہوں نے خاصی لیاقت حاصل کی۔ ایک کتاب انہوں نے علم نجوم پر لکھی ہے جس کا نام (खेट कौतुकम्) اس میں بارہ گرہوں کے اثر ایک شلوک میں دیا ہے۔

آگرہ میں انہوں نے بہت سا روپیہ خرچ کرکے ایک حویلی بنائی تھی۔ ایک باغ بھی اس کے متصل ہے جو فتح باغ یا فتح واڑی کے نام سے موسوم ہے۔ اس نے ایک شاہ باڑی بھی آباد کی تھی جس میں اچھے اچھے محل تھے۔ اور بھی کچھ محل بنوائے تھے۔ جہاں ان کا نانا جمال خاں رہتا تھا۔ چنانچہ اب بھی وہ عمارت ترپولیا کے نام سے مشہور ہے۔ دلی کا مقبرہ اب کھنڈر ہو رہا ہے۔ یہ مقام نظام الدین کی درگاہ اور بارہ پل کے درمیان ہے۔ عبدالرحیم خان خاناں کی مدح فقط ہندوستانی کوی (شاعر) تھے بلکہ ایک شخص جمال الدین المتخلص عرفی شیراز سے آتا ہے اور وہ بھی اس کی مدح میں قصیدے لکھتا ہے اور خاطر خواہ انعام پاتا ہے۔

ایک عجیب بات میں نے شاعروں میں دیکھی ہے کہ وہ کچھ غیب داں بھی ہوتے ہیں۔ چنانچہ ذوق ایک غزل میں لکھ رہا تھا اور اُس غزل کا ایک مصرع یہ تھا کہ ؎

سنتے ہیں آج بھوپال میں تلوار چل گئی

اس کے بعد ایک صاحب بھوپال سے آئے اور انہوں نے بھی کہا کہ بیشک اس تاریخ بھوپال میں تلوار چل گئی تھی۔ اسے سچ مانیئے یا مبالغہ سمجھئے کہ ؎

اکبر نے بیربل سے ایک مصرع یوں کہا ؎

من چندر کو چیر کسوم چھو اُے

یہ سُن کر بیربل نے پورا دوہا واقعہ بیان کر کے سنایا۔

ایک سمے پیو نے میرے مکھو کھول کے آپ تنبول کھلایا

لالن لال یہ ہینے ہوں گے کہ چھتیاں بلتا ئے

مُسکائے پیکھ گیرو مکھ سے من چندر کو چیر کسوم چھو اُے

اِس طرح سے ایک واقعہ بیربل کا اور کہا جاتا ہے کہ اکبر نے ایک مصرع کہا ؎

یار من کوتہ است نار نہ وانہ ہنوز

فوراً بیربل نے گرہ اری اور یہ مصرع کہا ؎

کہ دست چپ از دست راست نہ واند ہنوز

یہ واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ اکبر گھوڑے پر کسی گاؤں سے گزر رہا تھا۔ گاؤں کے لوگوں نے اُسے سلام کرنا شروع کیا۔ ایک لڑکی کم عمر بھی وہاں کھڑی تھی۔ اُسے کیا معلوم کہ سیدھے ہاتھ سے سلام کرنا یا بائیں ہاتھ سے۔ اُس نے بائیں ہاتھ سے سلام ٹھوک دی۔ یہ تمہید ہے اس واقعہ کی جو آگے آتا ہے۔

عرفی ۳۶ سال کی عمر میں زہر کے اثر سے فوت ہوا۔ کہا جاتا ہے

کہ نسیمہ نامی ایک باندی پر وہ عاشق تھا اور عُرفی کے دوسرے بھی اس معاملہ میں رقیب تھے۔ ایک باغ میں نسیمہ انار کی کلی توڑ کر اپنی چوٹی میں لگا رہی تھی عرفی بھی پہنچا اور اُس نے کچھ کلیاں توڑ کر دی اُس نے اپنی چوٹی میں لگائی نسیمہ نے ایک انار جو پختہ ہو کر کھِل گیا تھا وہ توڑ کر دی۔ کہا جاتا ہے کہ اس انار میں پہلے ہی سے زہر ملا دیا گیا تھا نسیمہ نے کہا کہ آپ کی دی ہوئی کلیاں میں نے چوٹی میں لگا لی۔ آپ بھی میرے دیئے ہوئے انار کو کھا لیجئے۔ چنانچہ اُس نے کھایا زہر کا اثر ہوا اور ختم ہوا۔ مگر یہ واقعہ ہونے کے بہت دن پہلے عرفی نے پیش گوئی کی تھی کہ اُس کی خاک نجف اشرف کو جائیگی۔ چنانچہ مُلا رونقی ہمدانی نے اِس کی تمنا اِسطرح پورا ہونا منظوم کیا۔

یگانہ گوہر دریائے معرفت عرفی — کہ آسمان پے پرورِ دنش صرفہ آمد
چون عمر او بسر آمد ز گردش گردون — شکست بر صفِ دلہائے پر سخف آمد
قلم زداز پئے تاریخ رونقی کلکم — بکاوشں قبرہ از گور تا نجف آمد
بکاوشں قبرہ از گور تا نجف ہر دم — فگند تیر دعائے و بر ہدف آمد

یوں اِس کی خاک نجف اشرف پہنچی کہ عرفی کے بازو ایک شاعر اپنے دوست کی خبر جو عرفی کی تھی سمجھ کر وہاں سے اُس کی خاک لے گیا اور اور نجف اشرف میں دفن کیا۔ یہاں پر یہ عرض کرنا بھی بے محل نہ ہو گا کہ

عُرفی کو فیضی سے مخالفت تھی اور کہا جاتا ہے کہ جہانگیر سے اُس کو عشق تھا۔
پس اُس کے قتل کے سبب ہوئے تو دونوں میں سے ایک اور اعانت کی
نسیمہ نے۔ خیر ہم دنیاداروں کو اُس کے قصیدے اور دیوان جو اُس نے
اپنی یادگار چھوڑا ہے تصدق میں دعا کرنا چاہئیے کہ خدا اُس کو جنت میں جگہ
دے۔ اور نسیمہ کو حور بنا کر اُس کے تفویض کرے کہ مرنے کے بعد تو بھی اُس کی
تمنا پوری ہو یا دوسرا جنم اِن دونوں کو دے تا کہ ہیر رانجھا یا شیریں فرہاد
اور بڑے لوگوں کے منشا کے موافق اِس کو کامیابی ہو۔ اب وہ قصیدے
جو عُرفی نے اُس کی شان میں کہے ہیں اُن کو لکھ کر اُس کی سوانح حیات کو
ختم کرتا ہوں۔ دُو صفحے آگے آتے ہیں۔

در مدح خانخانان بفرمایش میر ابوالفتح

بیا که با دلم آن میکند پریشانی ‌‌ ‌ ‌ ‌ که غمزهٔ تو بکرد ست با مسلمانی

ز دیدهٔ رفتی و مردم همان نفس فریاد ‌ ‌ ‌ ‌ که بی مردم و انگه چنین بآسانی

کسی که تشنه لب تازست میداند ‌ ‌ ‌ ‌ که موج آب حیات ست چین پیشانی

نه هشت غمزهٔ اسلام دشمنت که دو روز ‌ ‌ ‌ ‌ محبت تو کنم جمع با مسلمانی

ترحمی نکند حسن بر دلم گوئی ‌ ‌ ‌ ‌ که در زمانه یوسف نبود زندانی

که گفت مطلع دیگر چنین بناری گفت ‌ ‌ ‌ ‌ که تازه سازد ازین مطلع آفرین خوانی

نه ز وفای تو هم یا به پشیمانی ‌ ‌ ‌ ‌ نگاه کرم تو تکلیف نامسلمانی

متاع حسن تو سرمایهٔ تهیدستی ‌ ‌ ‌ ‌ خیال زلف تو مجموعهٔ پریشانی

لب تو جرعه ده بادهٔ دل آشوبی ‌ ‌ ‌ ‌ غم تو شانه کش طرهٔ تن آسانی

گل کرشمه نخندد چو چشم باز کنی ‌ ‌ ‌ ‌ بهار عشوه بریزد چو رخ بپوشانی

ز دین خویش سوالستی کنند در محشر ‌ ‌ ‌ ‌ کسی که خلق تو گردید بر مسلمانی

چنین که لشکری از مرغ نامه بود دوم ‌ ‌ ‌ ‌ قلم که دست زند می برد به گریانی

چه دست درخم اندیشه میزند دیگر — گر بجوشش در آمد شراب روحانی

ملی چو سینهٔ الهام و وحی می جوشد — ز شوق انجمن فهم میزبانانی

ز فر عدل دمی امروز یک بها دارد — متاع نوشیروانی و خانخانانی

ببون مکرمت او نیاز کاسه تهی — ز فقر نابعنا می بروبه مهمانی

دمیکه دست برآرد ز آستین جودش — بچشم آز کند موج بحر سوهانی

بعهد او شعرا در صفات زلف بتان — کنند نقل بجمعیت از پریشانی

از بیم او که نیاز دفشاند گرد فتور — فلک بدامن احوال انسی و جانی

کند ز حیله برای گزیدن مردم — نگاه منتی ازو التماس ترخانی

بوصف رایتش اگر خامه زن شوم گردد — انامله همگی چون هلال نورانی

هوای وصف کمندش بخاطرم زد موج — گره شد افعی اندیشه‌ام ز پیچانی

دل عدو ز تو ویران تر است زان موضع — که در زمانهٔ جود تو میکند کانی

تو زیب محفل و من همتت که در میدان — سر زمانه بفتراک بسته میرانی

نهال بخت تو در گلشنی بود سرسبز — که راه کاهکشانش کند خیابانی

چو سدره ریشه دوانید در جهات آید — درخت عمر تو در چار باغ ارکانی

ز حد گذشت حق خدمت فلک ترسم — که زیر سایهٔ خویشتش چو عرش بنشانی

زمانه جمع کند شش جهت بیک جانب — اگر تو رخش حکومت بیک جهت رانی

سمند دولت جاوید تت که در هر گام — بساط کون و مکان بایدش میدانی

برهنه پا و سر آید ابد به بالشش — اگر عنانش بصورت ازل گردانی

بخرق عادت اگر ملتفت شوی شاید — که کهنه خویش در ادراک عقل گنجانی

شجاعتی تو دلی نعمتی بود که کند — مطبخش جگر شیر شرزه بریانی

چو عرض معجزه را تربیت دهی شاید — که سایه در بغل آفتاب پالانی

چو رخش کینه بتازی بروزگار نبرد — که گرد تحت ثری بر سپهر بنشانی

قلم براه صلاح تو میرود ورنه — کجا رسد بدو انگشت نی جهانبانی

همال عصای کلیم ست خامه تو دلی — صلاح در قلمی دیده نی به ثعبانی

رقم کشان یمین دبیار دشمن تو — که سکندری سخن و سنجی و قلمرانی

زبهر شدت خذلان او بدل کردند — طبیعت ملکی را به نفس شیطانی

سه گانه گوهر والا نژاد دوده کون — که جنس معدنی و نامیه است حیوانی

از آن میاد وجود و عدم فرود آیند — که حرف رد و قبولیت شود بآسانی

فلک بمهر دکان آفتاب در مطلع — مثال دیده عاشق بگاه حیرانی

گهر شناسا در پیش پای من و بسنج — متاع من که به فرق تو بادارزانی

غلط مسنج و ببین پایمال نسیان کن — مباد چیده دگر بار بر سر افشانی

ابیک ز خانش بگیری کز بس گران گهرست — متاع من که بعیبش مباد ارزانی

ش دست زده شهر ده زن مطلب — متاع من همه دریایی ست و یا کانی

زبسکه لعل فشاندم نبرد اهل قیاس — بکیست نسبت شیرازی و بدخشانی

بعهدِ جلوهٔ حسنِ کلام من انداخت　　قبول شاهدِ نظمِ کمالِ نقصانی
کنون که یافت چو من کرمه‌سای شیراز　　خرد ز دیده کشد سرمهٔ صفاهانی
ببین که تا فره ابریشمش چه خامی یافت　　ز تابِ اطلس من شعربافِ شروانی
زمانه بین که مرا جلوه داد تا از رشک　　بداغهای پس از مرگ سوخت خاقانی
گرفته روی زمین جمله آفتاب صفت　　بجوی تیغ زبان شهرتم بآسانی
بخنده‌های در و دیوار روزگار خراب　　که بر زمانه زدم تکیهٔ سلیمانی
چو کرم پیله لعابی تنیده‌ام ببروت　　که اصلِ خلعتِ دارائیست خاقانی
ز شوقِ بوقلمون حلهٔ عبارت من　　مدام شاهدِ معنی نمود عریانی
ز سحرِ خامهٔ جادو اثر فرستادم　　بجای شعر بکاغذ شراب روحانی
بنوش و باک مدار این شراب خامهٔ ما　　که نیست خوردنِ این باده را پشیمانی
ازین شراب گر آلوده‌ای و مستی خیز　　بکش که بر تو حرام است پاکدامانی
زمانه خواند و فلک بر بیاضِ دیده نوشت　　که این قصیده بیاضی بود نه دیوانی
باستان تو صد گنج شایگان ببرد　　چه آستینت اگر نامه‌ام برافشانی
مده برادری ناجنس نامه‌ام که مباد　　درین قصیده برد ز کمالِ نفسانی
مرا ز نسبت همدردی کمال غم است　　دگرنه شعر چه غم دارد از غلط‌خوانی
ز همعنانی طبعم بشاعر شروان　　بعهد کودکیم فرس کرده شروانی
کنون که رتبهٔ حکمت گرفت شعر از من　　کند به نسبت این اعتبار یونانی

هنوز هست امیدش که یابد از فیضم
چون خدمت صاحب خطاب گیلانی

هنر چنیکه من از بهر روح ساز دهم
نه انوری نه فلانی دهد نه نبهانی

چه صاحب آنکه در اهمال خدمتش نشنید
قضا نه صورت دیوار عذر بیجانی

همان که هست ترا بار دان افلاطون
خطاب لفظی و با وی تکلم جانی

همان که گریه کلکت از ان دواری
که نوبهار طبیعت بر دسخن دانی

همان که فرق فلک را به تیغ بشگافد
گرت ز حادثه چینی فتد به پیشانی

همان که ابر عطایش چو فتنه بار شود
جهان ز حفظ تو جوید کلاه بارانی

همان که تشکند از هیچ دست طرف کلاه
که تو نبار دفاقی بر ان نیفتانی

سخن صریح بگویم حکیم ابو الفتح است
که تو سپهر فضائل تا ترشش خوانی

دلیر ز آتش پرستم که از لیاقت او
گرفته بر همنی سیرت مسلمانی

ذخیره نهد از من که مانی از صورت
تمتعی برم از وی که صورت از مانی

از ان ندیده ثنا گویت که می بینم
ترا و او را ایک تن بچشم روحانی

دلیل وحدتم این بس که مدح خود نیخواست
مرا بمدح تو فرمود گوهر افشانی

تو چون گذر کنی آنجا به نظم رنگینم
ز مصر عشق چمنی گرد بیت بستانی

ضمیر وی همی اینجا نشان دهد هر جا
که ناخنی نزنی یا نه سر بجنبانی

در ین زمین دو سه بیتی گزیده در مدحش
ذخیره دارم از انعام های ربانی

قصیده نا شده و تا رسانده میخوانم
که شوق من به ثنا خواند نش تو میدانی

تبارک الله زهی گوهر محیط عطا — که از افاضت او قطره گرد عمانی
ز نفس کلی و دریای گوهر دانش — ز عقل اول و استاد جوهر ثانی
عداوتش به گهر سیمیای مصلحتی — عنایتش به اثر کیمیای رحمانی
بجای دیو ملک را کند به شیشه اگر — کسی بخلوت خلقش کند پریخوانی
نخست خویشتنت بخشد از گران گهری — چو دست همتش آید به گوهر افشانی
زمانه را و فلک را بوی خطابی بود — نه دوش دوی دم اشراق صبح امکانی
زمانه گفت تو پیری و من ترنج زرم — بکام خود بطرازم چنانکه میدانی
سپهر گفت تو آنی که تو من آنچه منم — براه عجز برانم چنانکه میدانی
شگفته بخت وی و دل شکسته طالع خصم — ندیم میکده و بکام جوی زندانی
چو رسم خدمت او عام گشت گردون گفت — که داغ صورت چین تازه شد ز پیشانی
زمانه گفت فلک را گهی بیابد ابر — مرا ز آب کف جودش بگوهر افشانی
فرو گریست که آری گهی که نفس فلک — بعلم جوهر اول رسد ز گردانی
سخن شناسا دیدی و دیده باشی هم — علو پایهٔ من در مقام سحبانی
فلان مربی و من تربیت پذیر این بس — از فضل خود چه زنم لافهای طولانی
دراز شد سخنم جای شرم و تن زدنست — گرفتم آنکه آنی ست حیله عمانی
طریق ذیل چه بودیم درین خجالت گاه — که لنگ شد خردم را سمند جولانی
ثنای صاحب و مدح تو همچو شیر و شکر — بهم سرشتم و بگرفت شکل وحدانی

نوائی لاف دگزافی که سنت شعراست — زدم چنانکه دلم خونِ شد از پشیمانی

نمی ورزد زجهان باد بر دلم هرگز — که زلف شاهدِ لطفم کند پریشانی

حدیث آب و علف خود نبرد مِن باوست — که نظم و نثر خودم کرده آبی و نانی

تمام همت و سرتا قدم مرادِ دلم — اگر دهی نتوانم دهم چو بستانی

دگر چه ماند دعائے کنون بگو چه کنم — طلب کنم که نه تحصیل حاصلش خوانی

همیشه تا نه بود ثانی اقدام از اول — همیشه تا که بود سر بتاج ارزانی

زسایه تاج دِه فرق بخت عرفی باد
همائی دولتِ مخدومِ اوّل و ثانی

(१) जेहि रहिम मन आपनो, कीन्हों चतुर चकोर ⁽¹⁾

निसबासर लाग्यो रहै कृष्ण चन्द्र की ओर ।। -

جہی رحیم من آپنو ۔ کینو چتر چکور ⁂ نس باسر لگے رہے ۔ کرشن چندر کی اور

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ چکور (ایک پرندہ ہے جو انگارے کھاتا ہے)

جو چاند کی طرف دیکھتے ۔ رہتا ہے یعنی اس کو مطلوب چاند ہی ہے ۔ اسی

طرح سے رحیم (جو اپنے کو چکور سے تشبیہ دیتا ہے) اپنا خیال کرشن کی

طرف لگائے رکھو ۔ اس دوہے کے سمجھنے کے لئے ذیل کے شعر میں مفہوم

کو لایا گیا ہے ۔

یکے خواہم یکے جویم یکے دانم یکے بینم
بجز یا ہو و یا من ہو دگر چیزے نمی دانم

(२) नात नेह दूरे भली, लो रहीम जिय जानि। (۲)

निकट निरादर होत है, ज्यो गड़ही को पानी।। -

نات نہے دورے بھلی لو رحیم جیو جانی ⁂ نکٹ نرادر ہوت ہے جوں گڑہے کو پانی

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ اپنے لوگوں سے دوری کی محبت

اچھی ہے ورنہ اس کی حیثیت گڑھے کے پانی کے جیسی ہو جاتی ہے ۔ یعنی

جو آتا ہے سو منہ دیتا ہے ۔

اس مضمون کو ذوق نے بھی باندھا ہے کہتا ہے کہ ؎

اپنوں سے نہ مل آئے ہیں اپنوں ہی کے دشمن ؛ ہر نسے میں بھری آگ یکساں کیلئے ہے

(३) राहमन साँचो सूर को बेरी करत बखान। (۳)

साधु सराहे साधुता, यती योगिता जान॥-

رحمن سانچے سور کو بیری کرت بکھان ؛ سادہو سراہے سادہوتا۔ یتی یوگتا جان

دوہے کا مطلب یہ ہے کہ بہادر دشمن کی تعریف کرتا ہے۔ لائق لوگ لائق لوگوں کی تعریف کرتے ہیں۔

(४) करत निपुनहि गुन बिना, रहिमन गुनीहजूर॥ (۴)

मात्नोटरेत बिटप चटि, यहि प्रकार हम कूर॥-

کرت نپونائی گن بنا۔ رحمن گنی حضور ؛ مانو ٹرت بٹپ چڑی۔ یہی پرکار ہم کور

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ بغیر لیاقت کے لوگ جی حضور کرتے پھرتے ہیں۔ تو یہ سمجھو کہ کم لیاقت لوگ اونچے درجہ کو پہنچ گئے۔ جیسے ہم کوڑ (دماغ)

(५) रहिमन प्रीति सराहिये, मिले होत रंग दून॥ (۵)

ज्यों हरदी जरदी इतजी, तजी सफेदी चून॥-

رحمن پریتی سراہیے۔ ملے ہوت رنگ دون ؛ جوں ہردی زردی تجی۔ تجی سفیدی چون

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ رحمن یہ محبت قابل تعریف ہے کہ جب ہلدی چونے سے ملی تو اپنا پیلا رنگ چھوڑ دیا۔ اور جب چونا ہلدی سے ملا تو وہ

اپنی سفیدی چھوڑ دی۔

(६) रहिमन खोटी आट को, सो परिनाम लखाय।(۶)

ज्यो दीपक तम को भरबे, कज्जल वमन कराय॥-

رحمن کھوٹی آدی کو سو پری نام لکھائے ٭ جو دیپک تم کو بھرے کجل بمن کرائے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ رحمن بری عادت کا نتیجہ بری ہوتا ہے جیسا چراغ تیل پیتا ہے اور کاجل پیدا کرتا ہے اس کے مماثل ایک مثل ہے جو آگ کھائیگا وہ انگارے ہگے گا۔

(७) रहिमन ओछे प्रसंगते, नित प्रांत लाभ बेकार।(۷)

नरि चुरावे सम्पुटी मार सहे घरियार॥-

رحمن اوچھے پرسنگ تے نت پرانت لابھ بیکار ٭ نیر چراوے سمپوٹی۔ مار سہے گھریار

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ رحمن بری صحبت سے سوائے نقصان کے اور کچھ فائدہ نہیں۔ جیسے کٹورا تو پانی چراتا ہے اور مار گھڑیال کھاتی ہے۔

پرانا طریقہ وقت معلوم کرنے کا یہ تھا کہ ایک کٹورے میں جو پانی پر تیرتا رہتا تھا ایک سوراخ کر دیا جاتا تھا۔ اس سوراخ کے ذریعہ سے کٹورے میں پانی پہنچتا رہتا تھا جب کٹورا ڈوب جاتا تھا تو معلوم ہوتا تھا کہ ایک گھنٹہ ہوا۔ اس کا لحاظ کرتے ہوئے گھنٹہ بجایا جاتا تھا۔ اسی کی طرف رحیم کا اشارہ ہے کہ پانی تو کٹورا چراتا ہے اور گھڑیال مار کھاتا ہے۔

دوسرا طریقہ وقت معلوم کرنے کا یہ تھا کہ دھوپ گھڑی سے بھی وقت معلوم کرتے تھے۔ یہ جنتر منتر دہلی میں اب بھی موجود ہے اور امرتسر کے گرودوارے میں بھی موجود ہے۔ اس کے بعد ریت گھڑی بھی ایجاد ہوئی کسی کا شعر ہے ؎

غافل تجھے گھڑیال یہ کرتی ہے منادی
کہ ایک گھڑی عمر کی تو نے اور گھٹادی

اور ایک محاورہ یہ بھی ہے کہ گھڑی میں گھڑیال بجتی ہے۔ یعنی ایک ایک گھڑی کرتے ہوئے گھنٹے گزر جاتے ہیں۔

(۸) सबै कहावै लसकरी सब लसकर को जांय। (۸)
सलै सड़ाके जो सहै, सोइ जगीरै खांय॥ -

سبھی کہاویں لسکری۔ سب لسکر کو جائیں
سیل سڑا کے جو سہے۔ سو ہی جگیرے کھائیں

دوہے کا مطلب یہ ہے کہ سب ہی لڑائی کو جاتے ہیں۔ اور سب ہی لشکری کہلاتے ہیں لیکن جاگیریں اُن کو ہی ملتی ہیں جو دھول اور سلا کے اچانک کا مار کھاتے ہیں۔ یہ شعر اس مضمون کو اور صاف کر دے گا کہ ؎

بھلا تم سے تو کہہ کہ سر تیغ تلے دھر دے تو یہ ہیں ہیں پیارے! ہر کارہ دم ہر دم دے

اور ایک مصرع ہے ؎

ہے یہ مرد سپاہی پیشہ بھرتا سکر لشکر ہے

اور یہ بات نئی نہیں ہے۔ نیلسن کیا بن بال سے لارڈ نلسن بن گیا اور آرتھر ولزلی چھوٹی خدمت سے ڈیوک آف ویلنگٹن بن گیا۔

(९) जो रहीम होती कहू प्रभु गति अपने हाथ। (۹)

तौ कोधौं केहि मानतो, आप बडाहि सथ॥-

جو رحیم ہوتی کہوں پربھو گتی اپنے ہاتھ

تو کو دھون کہی مانتو آپ بڑہائی ساتھ

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ اے رحیم اگر بھگوان کی طاقت اپنے ہاتھ میں ہوتی تو کون کس سے مانگتا۔ اور اپنی برابری بھی کون کسے دیتا۔

(१०) जो विषया संतन तजी, मूढ ताहि लपटाय। (۱۰)

ज्यो नर डारत धमन कर स्वान स्वाद सों खात॥-

جو وشیا سنتن تجی موڑہ تاہی لپٹا ئے

جو نر ڈارت ومن کر سوان سواد سوں کہائے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ اے رحیم دنیا میں تمام خواہشات کو مہاتماؤں نے ترک کر دیا ہے بیوقوف لوگ اُن میں ہی پھنستے ہیں۔

جیسے کوئی شخص الٹی کر دے تو اُسے کہتے بُری چاہ کے ساتھ کھاتے ہیں

(११) अधम बचन काको फल्यो, बेठि ताड की छांह। (۱۱)

रहिमन काम न आयहे, ये नीरस जग मांह ॥-

ادھم وچن کا کو پھیلو بیٹھی تاڑ کی چھاؤں

رحمن کام نہ آئے ہے یہ نیرس جگت ماہیں

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ تاڑ کی چھاؤں میں بیٹھ کر کس کو آرام ملا ہے اسی طرح بُرے الفاظ کس کو آرام دئے ہیں۔

(१२) अनकीन्ही बात करै सोवत जागै जोय। (۱۲)

ताहि सिखायबो २ रहिमन उचित न होय ॥-

ان کیتی بات کرے سوت جاگے جوئے

تاہیں سمجھائے جگائے دو رحمن اُچت نہ ہوئے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ جو کام نہیں ہو سکتا ہے اُس کی شیخی مارتا ہے جاگ رہا ہے مگر صورت سونے کی بنا رہا ہے۔ اُس کو سمجھانا یا جگانا بیکار ہے۔

(१३) अनुचीत उचित रहिम लघु, करहि बडेन के जार।

ज्यो ससि के संजोग तें, पचवत आगे चकोर ॥-

انوچیت اچت رحیم لگھو۔ کرہیں بڑہن زور، جوں سسی کے سنجوگ تے پچوت آگ چکور

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ رحیم چھوٹے لوگ بڑوں کے زور پر جائز اور ناجائز سب کچھ کر سکتے ہیں جس طرح چکور نپندر ما کے زور پر آگ پچا جاتا ہے۔

(२४) अनुचित बचन न मानिए जदपि गुराइसु गाढि। (१४)
है रहिम रघुनथ तें सुजस भरत को बाढि ॥-

آنوچت بچن نہ مانئے جدپی گرائس گاڑھی
رحیم رگھوناتھ تے سجس بھرت کو گاڑھی

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ جائز بات اگر گرو کا حکم بھی ہو تو بھی اسے نہ ماننا چاہیئے۔ سری رام جی نے بھرت جی کو راج گدی پر بیٹھنے کی آگیا دی تھی لیکن انہوں نے تعمیل نہیں کی۔ اس سے ان کی شہرت یا ان کا نام رام چندر جی سے بڑھ گیا۔

(२५) अब रहीम मुश्किल पडी, गाढे दोऊ काम (१۵)
सांचे से तो जग नही झूठे मिले न राम ॥-

اب رحیم مشکل پڑی گاڑھے دواؤ کام
سانچے سے تو جگ نہیں جھوٹے ملے نہ رام

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ اے رحیم بڑی مشکل کا موقع ہے دونوں کام بہت مشکل ہیں۔ سچائی سے تو دنیا نہیں ملتی۔ اور جھوٹے سے

پرمیشور نہیں تا ۔

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دون
ایں خیال است و محال است و جنون

(१६) अमर बेलि बिनु मूल की, प्रतिपालन है ताहि (۱۶)
रहिमन ऐसे प्रभुहि तजि खोजत फिरिए काहि ।।-

امر بیل بن مول کی پرتی پالن ہے تا ہیں
رحمن ایسے پربھو نا ئی تجی کھوجت پھر کا ہیں

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ امر بیل (آب حیات) جو ایک قسم کا پودا ہے بغیر جڑ کا ہوتا ہے اور پرمیشور اوس کو بھی پرورش کرتے ہیں اے رحیم ایسے مالک کو چھوڑ کر کس کی تلاش کرتے پھریں ۔

(१७) अमृत ऐसे वचन मे रहिमन रिस की गांस। (۱۷)
जैसे मिसिरिहु मे मिली, निरस बांस की फांस ।।-

امرت ایسے وچن میں رحمن رس کی گھانس
جیسے مصری میں ملی ۔ نرس بانس کی پھانس

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ امرت جیسے میٹھے بول میں غصہ کی گانٹھ ویسی ہی معلوم ہوتی ہے جیسے مصری میں سوکھے بانس کی پھانس رہتی ہے ۔

(१८) अरज गरज माने नही, रहिमन एजन चारि (۱۸)

रिनिया, राजा, मांगता, काम आतुरी नारि ।।-

ارج گرج مانے ناہی رحمن اے جن چاری

رینا راجہ مانگتا کام آتُری ناری۔

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ کتنا ہی عرض و معروضہ کیا جائے

یہ چار آدمی مانتے ہی نہیں۔ ایک تو قرض وصول کرنے والا۔ دوسرا

راجہ۔ تیسرا فقیر۔ چوتھی شہوت پرست عورت۔

(१९) असमय परे रहीम कहि मांगि जात तजि लाज। (۱۹)

ज्यों लछमन मांगन गये, पारासर के नाज ।।-

آسمے پرے رحیم کہیں مانگی جات تجی لاج

جوں لچھمن مانگن گئے پاراسر کے ناج

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ برا وقت آنے پر شرم کو چھوڑ کر مانگنا

پڑتا ہے جس طرح لچھمن جی کو بیاز جی کے پاس اناج مانگنے کے

لئے جانا پڑا تھا۔

لچھمن جی رامچندر جی کے بھائی جو مشہور ہیں۔

بیاز پراشر جی کے بیٹے تھے۔ جنہوں نے (۱۸)

پران بنائیں۔

(२०) आदर घटे नरेस ढिग, बसो रहे कछु नाहिं। (۲۰)

जो रहीम कोटिन मिले धिग जीवन जग माहिं॥-

آدر گھٹے نریس ڈھگ بسو رہے کچھو ناہی

جو رحیم کوٹن ملے دھگ جیون جگ ماہیں

مطلب: وہ ہے کا یہ ہے کہ راجہ کے پاس رہنے سے عزت گھٹتی جاتی ہے اور پاس کچھ نہیں رہتا۔ اور اگر کروڑوں کی دولت ملے تو بھی دنیا میں ایسی زندگی پر لعنت ہے۔

(२१) आप न काहू काम के, डार पात फल फूल।- (۲۱)

ओरन को रोकत फिरे, रहिमन पेड़ बबूल॥-

آپ نہ کاہو کام کو ڈار پات پھل پھول

اورن کو روکت پھریں رحمن پیڑ ببول

مطلب وہ ہے کا یہ ہے کہ آپ تو کسی کام کے نہیں۔ نہ ڈالی نہ پھل نہ پھول نہ پتے۔ کوئی چیز بھی کارآمد نہیں۔ لیکن ہاں دوسروں کو روکتے ضرور ہیں۔ یہی حال بڑے لوگوں کا ہوتا ہے۔ بجائے فائدہ کے ان کا نقصان کرتے ہیں۔

غالباً رحیم کے زمانہ میں مدک کا رواج نہ تھا۔ افیون کے رس اور ببول کے پتوں سے بنائی جاتی ہے۔ بڑی کی ہتھیلی سے لڈو بناتے

ہیں اور اس کے گوند سے بھی لڈو بنتے ہیں۔

(२१) उरग तुरंग नारी नृपति, नीच जाति हथियार।
रहिमन इन्हें संभारिए, पलटत लगै न बार।।–

اُورگ۔ ترنگ۔ناری۔نروپتی۔نیچ جات ہتیار
رحمٰن انہیں سمبھاریے پلٹت لگے نہ بار

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ سانپ۔گھوڑا عورت۔راجہ نیچ ذات اور ہتھیار انہیں ہمیشہ سنبھال کر رکھنا چاہئے۔کیونکہ اُن کے پلٹنے میں دیر نہیں لگتی۔سانپ۔اکثر دیکھا گیا ہے کہ سانپ پالنے والے کی موت سانپ کے کاٹنے ہی سے ہوتی ہے۔گھوڑا اکثر آپ نے دیکھا ہوگا کہ گھوڑا سوار کو لے کر الٹ گیا۔عورت ہمارے ہاں مثل مشہور ہے کہ تریا چرتر جانے کوئے خصم مار کر ستی ہوئے۔نیچ ذات ہلکی قوم اسکے اس کے مماثل تلسی داس کا ایک دوہا ہے۔

تلسی راجہ جوگی اگن جل ان کی الٹی ریت
تلسی ان چار ج سے تہوری پالے پریت

-----

(२२) ऊगत जाही किरन सों अथवत ताही कांति। (۲۲)

यों रहीम सुख दुख सबै, बढत एक ही भांति॥-

اوگت جاہی کرن سو اتھوت تاہیں کانتی

تیوں رحیم سکھ دکھ سبھی بڑھت ایک ہی بھانتی

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ سورج جس طرح اپنے کرنوں سے صبح کے وقت نکل کر لوگوں کو روشنی دیتا ہے اسی طرح وہ انہیں کرنوں کے ساتھ غروب ہوتا ہے۔ اے رحیم اسی طرح سکھ اور دکھ بھی آتے اور جاتے ہیں۔

(२३) एक उदर दो चोंच है, पंछी एक कुरंड। (۲۳)

कहि रहीम कैसे जिए जुदे जुदे दो पिंड॥-

ایک اودر دو چونچ ہیں۔ پچھی ایک کرنڈ

کہی رحیم کیسے جئے جدے جدے دو پنڈ

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ انسان شاید اس پرند کے ہے جس کی دو چونچ ہوں۔ انسان خوشی اور رنج کی ٹھوکر وا ہیں (؟) اپنی زندگی بسر کرتا ہے تو شاعر کہتا ہے کہ کیسی مشکل کی بات ہے۔

(२४) एके साधे सब सधे, सब साधे सब जाय। (۲۴)

रहिमन मूलहिं सींचिबो, फूलै फलै अघाय॥-

اک سادھے سب سدھ گئے سب سادھے سب جائے
رحمٰن مول ہی سینچئے پھولے پھلے اگائے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ ایک کام کے کرم سے وہ کام پورا ہوتا ہے اور ایک ساتھ سبھوں کے کرنے سے ایک بھی پورا نہیں ہوتا۔ جیسے کسی جھاڑ کی جڑ میں پانی ڈالنے سے پھل پھول سب سرسبز رہتے ہیں۔

(२५) ए रहीम दर दर फिराहिं मांगि मधुकरि खाहिं
यारो यारी छोड़िये, वे रहीम अब नाहिं ।। —

یہ رحیم در در پھریں مانگ مدھوکری کھائیں
یارو یاری چھوڑ دو وے رحیم اب ناہیں

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ رحیم گھر گھر مانگتا ہوا پھرے اور روٹیاں مانگ کر کھاوے۔ یارو اب ساتھ چھوڑ دو اب رحیم دینے کے لائق نہیں ہے۔

مدھوکری مرکب ہے لفظ مد (شہد) کری۔ کرنے والی یہ دونوں نا ظم کب کا مدھوکری ہے۔ مدھوکری مانگنے والا بھی۔ میٹھی چیز دکھانا) مانگتا ہوا پھرتا ہے۔ ہندوؤں میں اور خاص کر دکن کے لوگوں نے بعض اتیت جن کا کوئی نہ ہو اسی طرح بھیک مانگ کر گزر کرتے ہیں ان کا سوال یہ ہوتا ہے اوم بھکشا نمو۔ اور بعد اسی بھیک پر گزارا

کرتے ہیں۔ یہ موجودہ زمانہ کی تنگدستی کا سبب ہوئی ورنہ پرانے زمانہ
میں بادشاہانِ وقت کچھ زمین اپنی ریاست کی ایسی چھوڑ دیتے تھے کہ یو
اور کھاؤ۔ ریاستیں زندہ تھیں تو ان لوگوں نے بھی زمین چھوڑ رکھی تھی۔
جس کو سال باٹھ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ حالانکہ وہ سال باٹھ
یعنی مدرسہ کا حصہ ناندیڑ ضلع میں وہ زمین جو پولیس اسٹیشن ہوز عثمان نگر کے
تحت ہے وہ زمین سابق میں سال باٹھ ہی کہلاتی تھی۔

(२६) ओछे काम बडे करे तोन बडाई होय। (۲۶)

ज्यो रहीम हनमंत को गिरधर कैहे न कोय ।।–

اوچھے کام بڑے کریں کون بڑائی ہوئے

جون رحیم ہنمت کو گردھر کہے نہ کوئے۔

مطلب وہ ہے کا یہ ہے کہ چھوٹا آدمی بڑے کام کرے تو بھی
بڑاپن نہیں ملتا۔ جیسے ہنومان جی کو کوئی گردھر نہیں کہتا۔

واقعہ یہ ہے کہ جب راون کے ساتھ یدھ میں لچھمن جی کو سورچھا گت
آگئی تو مشورہ ہوا کہ سرجیون بوٹی لائی جائے۔ اور اس کام کو ہنومان جی
کے سپرد کیا گیا۔ یہ اس بوٹی کو نہیں پہچانتے تھے لہٰذا پہاڑ ہی اٹھا لائے
اور دوسری بات یہ بھی کہ حضرت نوحؑ کی طغیانی کا اس طرح ذکر تو ہندو
اتحاد میں نہیں ہے۔ جیسا کہ دوسری کتابوں میں بھی ہے۔ مگر غیر معمولی باتیں کا

ہوتا ہندوستانی کتابوں میں بھی ہے۔ جب یہ بارش متھرا میں ہوئی تو کرشن جی نے گوردھن پہاڑ کو اپنی چھنگلی پر اٹھا لئے اور متھرا کے باشی جن میں انسان وحیوان بھی شریک تھے ان کو اس طوفان سے بچایا۔ ایک گیت ہے وہ یہ ہے کہ۔

چمپا میں چتر بھوج بیلا میں بہاری
گل لالہ میں دھاپیاری لیے تیرے نینوں میں گردھاری

(२७) अंजन दियो तो किरकिरी सुरमा दियो न जाय।
जिन आंखिन सो हरि लख्यो रहिमन बलीबलिजाय।

انجن دیو تو کرکری سرمہ دیو نہ جائے
جن انکھن سو ہری لکھیو رحمن بلی بلی جائے

مطلب وہ ہے کہ یہ ہے کہ انجن (کاجل) تو آنکھوں میں دیا جاتا ہے اور سرمہ بھی آنکھوں میں دیا جاتا ہے کیونکہ یہ اس سے زیادہ تیز ہوتا ہے جن آنکھوں نے بھگوان کو دیکھ لیا رحمن ان پر سے نثار ہو جاتا ہے۔

(२८) अंतर दाव लगी रहे धुनां न प्रगटे सोय। (٢٨)
कै जिय जाने आपुनो कै जा सिर बीती होय॥—

انتر داو لگی رہے دھواں نہ پرگٹے سوئے
کئے جیے جانے آپے کئے جا سر بیتی ہوئے

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ اندر سے آگ لگی ہوئی ہو مگر شرط
یہ ہے کہ دھواں نہ نکلے ۔ جانے تو وہ جانے جس کو اندر لگی ہو یا جس کو
اس کے پہلے لگ چکی ہو ۔

اس کے مماثل ایک ایرانی شاعر نے کہا ہے ۔

مرا در دلیست اندر دل اگر گویم زبان سوزد
وگر دم در کشم اندر ترسم کہ مغز استخوان سوزد

جس کا ترجمہ نظیر نے یوں کیا ہے ۔

آہ کروں تو جگ ہنسے ۔ اور چپکے لاگے گھاؤ
ایسی کٹھن سنیہ کو کس بدھ کروں اپاؤ

(२९) कदली, सीप, भुजंग-मुख, स्वाति एक गुन तीन।
जैसी संगती बैठिए, तैसोई फल दीन ।। —

کدلی سیپ بھجنگ مکھ ۔ سواتی ایک گن تین ۔
جیسی سنگت بیٹھئے تیسے ہی پھل دین

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ یہاں پر کیلا سانپ اور سیپ
ان تینوں کا مقابلہ کیا گیا ۔ مینھ تو ہر جگہ برستا ہے مگر ابر نیسان
کا برسنا علیحدہ اثر پیدا کرتا ہے ۔ کیلے سے تو کپور پیدا ہوتا ہے ۔ اور
سیپ سے موتی پیدا ہوتا ہے ۔ اور سانپ کے منہ میں گرے تو زہر

نتیجہ اس کا یہ ہے کہ تخم تاثیر صحبت اثر۔

جہانگیر شراب کا بہت عادی تھا اس نے اپنی سلطنت نورجہاں کے ہاتھ شراب کے معاوضہ میں بیچ دی۔ جیسا بادشاہ ہوتا ہے ویسے ہی شاعر بھی ہوتے ہیں۔ چنانچہ نظیری کا ایک شعر ہے اور وہ یہ ہے۔

تاک را نگہدار اے ابر نیسال در بہار

تا قطرہ می تواند چرا گوہر شود

تاک کے معنی انگور کے ہیں۔ فارسی شعر کا یہ مطلب ہے کہ اے ابر نیساں تو انگور کی پرورش کر تاکہ اس سے اچھی شراب کھنچے۔ اور موتی کا بنانا چھوڑ دے۔ اس شعر کے اوپر کہا جاتا ہے کہ جہانگیر نے ایک لاکھ روپیہ شاعر کو دیا۔

سورداس نے بھی ایک دوہا اسی ضمن میں کہا۔

سیپ دیو ٹکھہ تا بھیو کدہ بے بھیو کپور۔

آہی مین گیو تو وش سنگت کو پھل سور

مطلب اس کا یہ ہے کہ سیپ میں گیا تو موتی بنا اور کیلا میں گیا تو کپور بنا اور سانپ کے منہ میں گیا تو زہر بنا۔

(३०) कमला थिर न रहिम कहि, लखत अधम जे कोय।
प्रभु की सो, आपनो कहे क्यों न फजीहत होय ।।

کملا تھر نہ رحیم کہیں لکھت ادھیم جو کوئی
پربھو کی سو آپنی کہیں کیوں نہ درگت ہوئی

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ لکشمی (دولت) ایک جگہ پر رہنے والی نہیں ہے پھر جو اس پر بدنیتی کرے یعنی اسے نظر بد سے دیکھے تو گناہ ہے اور سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ لکشمی وشنو کی عورت ہے اسے اپنی بنانا چاہے تو گناہِ عظیم ہے اور اس کا نتیجہ برا کیوں نہ ہو۔

(३१) कमला थिर न रहीम कहि यह जानत सब कोय।
पुरुष पुरातन की बधू क्यो न चंचल होय ॥—

کملا تھر نہ رحیم کہی یہ جانت سب کوئے
پرش پراتن کی بدھو کیوں نہ چنچل ہوئے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ لکشمی ٹک کر کہیں نہیں رہتی یہ سب ہی جانتے ہیں اوس کی تشبیہ یہ ہے کہ ضعیف آدمی کی جوان عورت ہوتی ہے وہ کیوں نہ چلبلی ہو۔

وشنو جی ضعیف ہیں اور لکشمی ان کی بیوی جوان ہیں تو پھر اوس کا چنچل ہونا لازمی ہے کملا لکشمی کو کہتے ہیں دولت۔

(३२) कहत निपूं गनड़ी दिना रहमन अपन जोय।३२
मानो ठेरत उजलरे दहे रमा को कोय ॥—

کہت نپوں گنٹری دِنا رحمٰن اپن جوئے

مانوڈھیرت اُجیترے دہے سماں کوکوئے

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ جب کوئی وصف نہ ہو کوئی ہنر نہ ہو
اور یہ سمجھے کہ میں بڑا دانشمند ہوں تو یہ ایسی نظیر ہے کہ جیسے کوئی جھاڑ پر
چڑھ کر پکارے کہ میں ایسا بیوقوف ہوں کہ جس کی تمثیل نہیں۔

(३३ करम हीन रहिमन लरवो घुसे बडे घरचोर। ٣٣
चिंतत ही बड लाभ के, जागत है गो भीर ॥—

کرم ھین رحیمن لکھو دَھنسے بڑے گھر چور۔

چنتت بڑ لابھ کے جاگت ہو گئی بھور۔

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ ایک چور جو بدقسمت تھا ایک بڑے
گھر میں چوری کرنے گیا۔ یہی سوچتے سوچتے کہ کتنا مال لوں صبح ہو گئی۔
اس مضمون کو صوفیانہ طریقہ پر سمجھائیں تو یہ ہوگا کہ دنیا میں
بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن پر دل لپچاتا ہے مگر اکٹھا کرنا بھی شروع
نہیں ہوتا کہ روح پرواز ہو جاتی ہے اسی لئے کسی نے کہا ہے کہ۔

کار دنیا کسے تمام نکرد۔ ہر چہ گیرید مختصر گیرید

(३४)कहि रहीम इक दीपते, प्रगट बसे दुति होय।
तन सनेह कैसे दुरे, दृग दीपक जरु दोय॥—

کہی رحیم اک دیپتے پرگٹ سبے ڈتی ہوئے
تن سنہے کیسے دور ہے درگ دیپک جرو دوئے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ ایک دیئے سے روشنی ظاہر ہوتی ہے تو جہاں ہر دو دیئے جلتے ہوں تو وہاں کی روشنی کا کیا حال ہوگا۔ دیئے یعنی چراغ۔ چراغ سے مطلب آنکھیں۔

احمد صاحب نے بھی اپنی کتاب سروجنی میں ایک دوہا لکھا ہے۔

ایک دیے گیگ کی پرگٹ سے گتی ہوئے
من کی نئے کہاں چھپے درگ دیپک جان ہوئے

(३५) कहि रहीम या जगत तें प्रीति गई दे टेर ।-(۳۵)
रहि रहीम नर नीच में स्वारथ हेर ।।-

کہی رحیم یا جگت تے پریتی گئی دے ٹیر
رہی رحیم نر نیچ میں سوارت ہیر

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ رحیم لوگوں کو ساؤدھان (متنبہ) کرکے کہتا ہے کہ دنیا سے محبت چلی گئی اور وہی ہلکے آدمیوں میں آنے سے وہ اپنی ہی مطلب برآری کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ وہ بے غرضانہ محبت جو تھی جاتی رہی اب

محبت غرض کی ہے۔

زاہد اب دورِ رذیل ہے دولت کو ہے فروغ
اب ہم سے قدر دانیٔ علم و ہنر گئی۔

(३६) कहि रहीम संपति सगे, बनत बहुत बहु रीत। (۳۶)
बिपति कसौटी जे कसे, ते ही साँचे मीत॥ ۔

کہی رحیم سپتی سگے بنت بہت بہو ریت
بپتی کسوٹی جو کسے تے ہی سانچے میت

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ دولت کے بہت سے ساتھی ہو جاتے ہیں اور بہت طریقوں سے رشتہ دار بن جاتے ہیں۔ مصیبت کی کسوٹی پر کسے جانے پر جو پورے اتریں وہی سچے دوست ہیں۔

سعدی علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ۔

دوستاں باشد کہ گیرد دستِ دوست
در پریشاں حالیو درماندگی۔

(३७) कह, रहीम केतिक रही, केतिक गई बिहाय। (۳۷)
माया ममता मोह परि, अंत चले पछिताय॥ ۔

کہو رحیم کیتک رہی کیتک گئی بہائے
مایا ممتا موہ پری۔ انت چلے پچھتائے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ اے رحیم تیری کتنی عمر باقی رہ گئی ہے اور کتنی چلی گئی ہے۔ اس بات پر غور نہ کیا اب طمع۔ محبت۔ پیار۔ اِس کا خیال کرتے ہوئے بستر مرگ پر پچھتانا بیکار ہے۔

(३८) कह, रहीम कैसे निभै, बेर. केर को संग ।- (۳۸)

बे डोलत रस आपने उनके फाटत अंग ।।-

کہو رحیم کیسے نبھے بیر کیر کی سنگ

وے ڈہولت رس اپنے اُن کے پھاٹت انگ

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ رحیم کہو بیر اور کبیر (کیلا) کا ساتھ کیسے ہو سکتا ہے۔ ایک تو پھل لگتے پر جھومنے نہیں لگتا اور ہلاتا ہے اور اپنے ہی پتوں کو پھاڑتا ہے۔ برخلاف اس کے مؤثر کو دیکھئے کہ وہ اپنا جسم پھیڑواتا ہے۔

(३९) कह रहीम कैसे बनै अन ही नी हे जाय ।- (۳۹)

मिला रहे औ ना मिले तासों कहा बसाय ।।-

کہو رحیم کیسے بنے آن ہونی ہو جائے

ملا رہے اور نا ملاتا سو کہا بسائے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ رحیم کیسے بنے جب یہ نہ ہونے کی بات ہو جائے۔ جو شخص ملا ہوا ہے اور نہیں ملتا۔ تو کیسے

بن سکتی ہے۔

(४० कागद को सो पूतरा सहजहि में धुलिजाय। (۴۰)

रहिमन यह अचरज लखो सीऊ रवैचत बय ॥-

کاگت کو سو پوترا سہج ہی میں ڈھل جائے

رحمن یہ اچرج لکھو سو ہو کھو نچت پائے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ پتنگ کی تمثیل دیتے ہوئے رحیم کہتا ہے کہ ایک کاغذ کا پتلا ہے پانی میں تو وہ گھل جاتا ہے۔ مگر ہوا میں چڑھتا چلا جاتا ہے یہ عجب کی بات ہے۔

(४१) काज परे कछु ओर है, काज सरे कछु ओर। (۴۱)

रहिमन भंवरी के भए नदी सिरावत मोर ॥-

کاج پرے کچھ اور ہے کاج سرے کچھ اور

رحمن بھو نری کے بھئے ندی سراوت مور

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ وقت ضرورت کچھ اور بات ہے اور کام نکلنے پر کچھ اور بات پیدا ہو جاتی ہے۔ اوس کی تمثیل یہ ہے کہ مور جو شادی کے وقت میں نوشہ کے سر پر باندھا جاتا ہے بوقت شادی اس کی بہت حفاظت کرتے ہیں اور جب شادی ہو جاتی ہے تو اسی کو ندی میں بہا دیتے ہیں۔

(४२) काम न काहु आवई मोल रहिमन लेइ ।- (۴۲)

बाजू टूटे बाज़ को साहिब चारा देइ ॥-

کام نہ کاہو آوے نہ مول رحمن کوئے

بازو ٹوٹے باز کو صاحب چارہ دے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ وہ باز جس کا بازو ٹوٹ گیا ہے
نہ کوئی اس کو خریدتا ہے اور نہ کھانے کو دیتا ہے اس لئے وہ کارآمد
نہیں۔ مگر ایک خدا ہی ہے جو ایسے پرند کو بھی کھانا دیتا ہے۔

اس کے مماثل ایک دوہا تلسی داس کا ہے اور وہ یہ ہے۔

اجگر کریں نہ چاکری پنچھی کرے نہ کام

داس کبیرا یوں کہے سب کے داتا رام

(४३) काह करौ बैकुंठ लै कल्पबृच्छ की छाहिं ।- (۴۳)

रहिमन ढाख सुहावनो जो गल पीतम बाहिं ॥-

کاہ کریں بیکنٹھ لیے کلپ ورچھ کی چھاہیں

رحمن ڈھاکھ سوہانو جو گل پیتم باہیں ۔

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ کلپ ورکش (کہا جاتا ہے کہ بہشت
میں ایک درخت ہوتا ہے اور اس سے جس قسم کا پھل مانگا جائے دے گا)
تو اے رحیم کلپ کی چھاؤں میں بیٹھ کر کیا کریں اور اس درخت کو لیکر

کیا کریں۔ مجھے تو انگور کی بیل پیاری معلوم ہوتی ہے۔ جس کے منڈوے میں اپنے پیارے کے ہاتھ گردن میں ہیں۔

عمر خیام کا ایک شعر ہے۔

ہر آنکس کہ نیم نانے دارد بے از بہر نشست آستانے دارد
نہ خادم کس بود نہ مخدوم کسے گو شاد بزی با کہ خوش جہانے دارد

اردو شعر بھی پیش ہے۔

نصف روٹی جو پاس کھانے کو رکھتا ہو یہاں بیٹھنے کے واسطے موجود ہو اک آستان
خود نہ خادم ہو کسی کا اور نہ جو مخدوم ہو۔ اس سے کہہ دو خوشی سے تیرا چھا ہے جہاں

(۴۴) काह कामरी पामरी जाड़ गए से काज। (۴۴)
रहिमन भूख बुताइए, केस्यो मिले अनाज॥-

کاہ کامری پامری۔ جاڑ گئے سے کاج
رحمٰن بھوک بتائیے جیسے ملو اناج

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ کالی کمبل سے اوس کو حقارت کی کی نظر سے مت دیکھو۔ یہی تو جاڑا دور کرتی ہے۔ بھوکے کو کھانے سے غرض۔ اناج کے اچھے بُرے سے کیا سروکار۔

(۴۵) कुटिलन संग रहीम कहि साधू बचते नाहिं। (۴۵)
ज्यों नैना सैना करें उरज उमैठे जाहिं॥-

کٹن سنگ رحیم کہی سادہو بچتے ناہی ۔
جیوں نینا سینا کریں ارج اُمٹھے جاہی ۔

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ رحیم کہتے ہیں کہ بدخصلت آدمیونکی صحبت میں پڑکر سادہو بھی نہیں بچ سکتا جس طرح سے آنکھوں کے اشارہ کرنے پر ان کی پاس ہونے کی وجہ سے دل اس کا بے قابو ہوجاتا ہے ۔

اس کے مماثل یا سادہوؤں کے متعلق ایک شعر ہے ۔

دیکھا جو حسن یار طبیعت مچل گئی
آنکھوں کا تھا قصور چھری دل پہ چل گئی

(४६) कैसे निबहे निबल जन करि सबलन सों गैर ।
रहिमन बसि सागर विषे करत मगर सों बैर ॥ (۴۶)

کیسے نبل جن کری سبلن سوں گیر
رحمن بسی ساگر وشئے کرت مگر سو بیر

مطلب دو ہے کا یہ ہے کہ طاقت والوں سے دشمنی کر کے مخاصمت پیدا کر کے کیسے نبھاؤ ہو سکتا ہے مثل مشہور ہے کہ پانی میں رہنا اور مگر سے دشمنی ۔

---

(४७) कोउ रहीम जनि काहु के द्वार गये पछिताय। (۴۷)

संपति के सब जात है बिपति सबै ले जाय।।

کو رحیم جنی کاہو کے دوار گئے پچھتائے

سمپتی کے سب جات ہے بپتی سبے لین جائے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کے دروازے پر پہونچنے پر اِس بات کا رنج نہ کرے۔ کیونکہ دولت کے پاس سب ہی جاتے ہیں اور مصیبت سب ہی کو لیجاتی ہے۔

(४८) कौन बडाई जलधि मिलि गंग नाम भो धीम।।

केहि की प्रभुता नहिं घटी पर घर गये रहीम।। —

کون بڑائی جلدی ملی۔ گنگ نام بھو دھیم

کہی کی پربھوتا نہیں گھٹی پر گئے رحیم

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ دریا سے ملنے پر گنگا کو کون سا بڑاپن نصیب ہوا بلکہ اوس کی عظمت کم ہوئی۔ یعنی اس کا نام گنگ ہوگیا۔ دوسرے کے گھر جانے پر کسی کا بڑاپن نہیں رہتا ہے۔

(४९) खरच बढ्यो उद्यम घट्यो नृपति निठुर मनकीन। (۴۹)

कहु रहीम कैसे जियें थोरे जल की मीन।। —

کھرچ بڑھیو ادیم گھٹیو نرپتی نٹھور من کین؛ کہو رحیم کیسے جئے تھورے جل کی مین

دوہے کا مطلب یہ ہے کہ خرچ بڑھ گیا آمدنی کم ہوئی اور بادشاہ بھی ناخوش ہوئے۔ اب رحیم جئے تو کیسے جئے۔ اوس کی مثال تو ایسی ہوئی جیسے تہوڑے پانی کے اندر مچھلی۔

(۵۰) खीरा सिर तें काटिए मलियत नमक बनाय।
रहिमन करुए मुखन को चहिअत इहे सजाय

کھیرا سر تے کاٹیے ملیت نمک لگائے
رحمن کروے مکھن کو چھیت اى ہے سجائے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ کھیرے کو سرسے کاٹئے اور نمک لگا کر ملئے جو بدگو ہوں اون کے لئے ایسی ہی سزا ہونی چاہیئے۔

(۵۱) खैर खून खांसी खुसी बैर प्रीति मदपान।
रहिमन दाबे ना दबै जानत सकल जहान॥

کھیر خون کھانسی خوشی بیر پریتی مدپان
رحمن دابے نا دبے جانت سکل جہان

دوہے کا مطلب یہ ہے کہ کتھے کا رنگ خون۔ کھانسی۔ شراب اور دشمنی اور محبت چھپانے سے نہیں چھپتی یہ سب لوگ ہی جانتے ہیں۔

خون کے متعلق امیر مینائی کا ایک شعر ہے کہ۔

خون ناحق کہیں چھپتا ہے چھپائے سے امیر کیوں میری نعش پہ بیٹھے ہیں وہ دامن ڈالے

قریب ہے روزِ محشر چھپیگا بے گناہ کا خون کیونکر۔
زبان خنجر جو چپ رہے گی لہو پکاریگا آستین کا
مد کے متعلق ایک دوہا ہے۔
کہ چھب سنہری ہو کہ دُرگن دیو سکھائے
اب بن اُمکن چھن لُبھ سر رہو نہ جائے
سرورمئی کی کیفیت چھپائے سے نہیں چھپتی۔ ضرور آنکھوں میں
کچھ اُس مَے کی رنگت آ ہی جاتی ہے۔

(۵۲) गरज आपनी आपसों रहिमन कही न जाय।
जैसे कल की कुलबधू पर घर जात लजाय॥—
گرج آپنی آپ سو رحمن کہی نہ جائے
جیسے کُل کی کُل بدھو پر گھر جات لجائے
مطلب دوہے کا یہ ہے کہ اپنی غرض وہ خود نہیں کہی جا سکتی۔
جیسے ایک خاندان کی عورت دوسرے گھر پر جانے کو شرماتی ہے۔

(۵۳) गहि सरनागति राम की भवसगरकी नाव (۵۳)
रहिमन जगत उधार कर ओर न कछू उपाय॥—
گہی سرناگتی رام کی بھو ساگر کی ناؤ
رحمن جگت اُدھار کر اور نہ کچھ اپاؤ

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ اے رحیم بھگوان کے قدموں پر
جاکر گر اِس لئے کہ دنیوی کشتی کو اِس دریا سے پار کرنے والے وہی ہیں
اور اُسی کے ذریعہ سے دنیا کو تو پار کر سکتا ہے۔ اِس کے سوا کوئی اور
طریقہ نہیں ہے۔

(५४) गून ते लेत रहीम जन सलिल कूप ते काढि। (۵۴)
कूपहु ते कहुं होत है मन काहू को बाढि॥

گن تے لیت رحیم جن سلل کوپ تے کاڑھی
کوپ ہو تے کہوں ہوت ہے من کہوں کو باڑھی

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ ہنرمند لوگ اپنے ہنر سے وصف
حاصل کر لیتے ہیں جس طرح سے لوگ کوئیں سے پانی نکال لیتے ہیں مگر
بعض وقت ایسا بھی ہوا ہے کہ وہ کوئیں سے بھی زیادہ تنگدست ہوتے ہیں
اور کچھ نہیں دیتے جس سے چاہے کتنا ہی ہنرمند ہو حاصل نہیں کر سکتا۔

(५५) गुरुता फबे रहीम कहि फबि आहि है जाहि। (۵۵)
उर पर कुच नीके लगें अनत बतोरी आहि॥

گر وتا پھبیں رحیم کہی پھبی آہی ہیں جاہی
ار پر کچھ نیکے لگیں انت بتوری آہی۔

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ وضع داری اسی کو معلوم ہوتی ہے

جن کے گھرانے میں ہوتی ہوئی آئی ہے۔ مثال اوس کی یہ ہے کہ پستان کا ابھار اسی جگہ اچھا معلوم ہوتا ہے جہاں معلوم ہوتا ہوا چلا آیا اور اگر دوسری جگہ یہ ہو تو وہ رسولی معلوم ہوتی ہے۔

(५६) चारा प्यारा जगत में छाला हित कर लेय।(۵۶)

ज्यों रहीम आटा लगे त्यों मृदंग स्वर देय ॥—

چارا پیارا جگت میں چھالا ہت کرلے

جیوں رحیم آٹا لگے تیوں مردنگ سُور دے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ دنیا میں کھانا پیارا ہے۔ مردنگ کو جیسے آٹا لگتا ہے ویسے ہی سُر دیتا ہے۔ اور اکبر کے زمانہ میں ولایت کے ڈاکٹر آنا شروع ہوئے ممکن ہے کہ بعض بیماری میں کوئی ایسی دوا لگائی گئی ہو یا باندہی گئی ہو جس سے چھالا آگیا ہو اور وہ تکلیف دُور ہوگئی ہو۔

مجھے بذات خود اس کا تجربہ ہے کہ میرے بائیں پیر میں کچھ درد تھا اوس کے لئے گھٹنے کے اوپر بلاڈونہ کی پٹی باندہی گئی اور وہاں چھالا آگیا اور وہ چھالہ قینچی سے کتر دیا گیا۔ اور میرے پیر کا درد جاتا رہا۔ ممکن ہے کہ شاعر کا خیال بھی اس طرف گیا ہو۔

چاہ گئی چنتا مٹی من ہوا بے پرواہ ۔ جن کو کچھ نہ چاہیے وہ ساہو نکے شاہ

مطلب یہ ہے کہ خواہش چلے جانے سے فکر بھی چلی جاتی ہے۔ پھر تومن بے پروا ہو جاتا ہے اور جن کو کچھ نہیں چاہیئے وہی شاہوں کے شاہ ہیں۔

شاہوں کی کیا بساط فقیروں کے سامنے
مت بوریا سمجھ اسے مسند گدا کی ہے

(۵۷ चित्रकूट मे रमि रहे रहिमन अवध नरेस। (۵۷)
जापर बिपदा पडत है सो आवत यहि देस ।।—
چترکوٹ مے رم رہے رحمن اودھ ریس
جا پر بپتا پڑے تو آوت ہے یا دیس۔

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ رحیم خاں اودھ کے رہنے والے مبالغتاً بتائے گئے ہیں۔ یہ اکبر کے دربار کے نورتن تھے۔ حقیقت میں ان کی سکونت آگرہ تھی مگر چونکہ اس مضمون سے ایک بڑی چیز پیدا کرتی ہے لہٰذا یہ تحریر کیا گیا۔

رحیم خاں جو اودھ کے رہنے والے ہیں وہ چترکوٹ میں کیوں آئے جواب اس کا یہ ہے کہ جس وقت مصیبت پڑتی ہے وہ اس دیس میں آتا ہے۔

رامچندر جی اجودھیا (جس کو اودھ پوری کہتے ہیں) کے راجہ کے بیٹے تھے

یہ اُن کو اُن کے باپ راجہ دسرتھ نے چودہ برس کا بن باس دیا۔ اس چودہ برس کو تکمیل پہونچانے کے لئے یہ سفر کرتے ہوئے پھرتے چترکوٹ پہونچے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں بتوسط بھرت جی راجہ دسرتھ کی انتقال کی کیفیت معلوم ہوئی۔ اب دوہے کا صاف مطلب کہنے کے لئے یہ سمجھ لیجئے کہ رحیم خاں کو رامچندرجی کی جگہ بتا دیا گیا۔ اس لئے کہ جب جہانگیر کا عتاب ہوا تو یہ بھی چترکوٹ پہنچے تھے۔

دوہے کا پہلا مصرعہ راجہ ریوان کا ہے اور اس تحریر کی وجہ یہ ہوئی کہ رحیم خاں جب کنگال ہو گیا تو ان سے روپیہ طلب کیا۔ انہوں نے ایک لاکھ روپیہ بھیجا۔ وہ لیکر ایک لاکھ روپیہ اس سوامی کو دیا گیا۔

مخفی مبادکہ سوال یہ تھا کہ جب لوگوں نے ان سے خیرات مانگنا نہیں چھوڑا تو رحیم خاں نے یہ دوہا پڑھا۔

یہ رحیم در در پھرے مانگ مدھوکری کھائے
یار و یاری چھوڑ دو وے رحیم دے نائے

اس کو سنکر فقیر نے جواب دیا کہ۔

رحمن دان در در تر نہ جا پنج دے جوگ
جیوں سر و تن سوکھا کرے کنواں کھدا وت لوگ

اس کا مطلب یہ ہے کہ سخی کتنا ہی کنگال ہو جائے مگر پھر بھی دہی

قابل مانا جاتا ہے۔

سنا ہے آپ نے کہ جب ندی سوکھ جاتی ہے تو اُس میں چشمہ کھودتے ہیں اور پانی پیتے ہیں۔ بہرکیف ایک لاکھ روپیہ جو ریوان کے راجہ نے بھیجا تھا وہ اس فقیر کو دیدیا اور پھر ہاتھ خالی۔ یہ ہندوستان کی سخاوت کی ایک چھوٹی نظیر ہے۔ جب ایسے دانی ہندوستان میں تھے جبھی ہندوستان کو غیر ملک کے لوگ سونے کی چڑیا کہتے تھے اور اب بھی جن لوگوں کے دانت ہندوستان پر لگے ہوئے ہیں۔ سونے کی چڑیا سمجھ کر ہی لگے ہوئے ہیں۔

اب یہ ایک لاکھ روپیہ دیکر آگے بڑھے تو ایک بھڑ بھوجا بھاڑ بھون رہا تھا۔ بھڑ بھوجا رحیم خاں کو نہیں جانتا تھا کہ یہ کون شخص ہے رحیم خاں نے اُس سے کہا کہ مجھے بھی نوکر رکھ لو۔ تو اُس نے کہا میرے پاس کیا کام ہے۔ بھاڑ بھونے کا ہے بھون سکتے ہیں تو جٹھ جاؤ۔ مصیبت سب کچھ کراتی ہے۔ بھاڑ بھونے کو بیٹھ گئے۔ پھر اُدھر سے ریوان کے راجہ کا گزر ہوا۔ ان کو حیرت ہوئی کہ ایک لاکھ روپیہ لیکر بھی بھاڑ جھونک رہا ہے۔

سوال کیا۔ جاکے سِر اس بھار سو کس جھونکت بھار

مطلب اس کا یہ ہے کہ جس کے سر اسا بھارنی بوجھ تھا وہ کیوں بھاڑ جھونک رہا ہے اب بوجھ کو یا تو یوں کہئے کہ یہ تو تن میں سے تھا

ریاست کی تنظیم کی اس پر بھی ذمہ داری تھی، یا یوں کہئیے کہ ایک لاکھ روپیہ اتنا بھاری وزن اِن کو دیا گیا تھا پھر بھی بھاڑ جھونکتے ہیں۔ راجہ کو اس بات کا علم نہ تھا کہ جیسا روپیہ لیا ویسا فقیر کو دیدیا۔ تو پھر اوپر کے مصرع کا جواب رحیم خان نے یوں دیا۔

رحمٰن اترے پار بوجھ سے اُس جھونکت بھاڑ

اِس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ کہ حاصل کیا تھا وہ دیدیا اور بوجھ سے ہلکے ہوئے اور اس کی یہ بھاڑ جھونک رہے ہیں کہ کچھ مِل جائے۔ ایسی بپتائیں سب بڑے لوگوں میں پڑیں۔ الفریڈ دی گریٹ ڈچ لوگوں سے شکست پا کر ایک جزیرہ میں پناہ لی۔ جب یہ اوس جزیرہ کے ایک شخص کے پاس گیا اور کھانے کے لئے مانگا تو اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ لو ایک نیا اور مہمان آگیا۔ بیوی بگڑی اور کہنے لگی کہ تمہیں مہمان نوازی سے فرصت نہیں۔ اور یہاں کھلانیکا انتظام نہیں ارے کچھ کام لیکر اس کو کھلاؤ تو اس نے الفریڈ سے پوچھا کہ آپ کو رسی بٹنا آتا ہے۔ اوس نے کہا کہ نہیں پھر اوس نے کہا کہ ٹوکرے بنتا آتا ہے اوس نے نفی میں جواب دیا۔ پھر اوس نے کہا کیا دودھ نچوڑنے آتا ہے پھر کہا نہیں۔ وہ قہقہہ مار کر ہنسا اور اپنے لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا دیکھو ایک انسان اس کو دو ہاتھ نیا دو پاؤں ہیں۔ آنکھیں ہیں ناک ہے۔ کان ہیں مگر یہ کیسا آدمی کہ نہ اِسے

رسی بانٹنا آتا ہے نہ تو ٹوکرا بننا آتا ہے نہ دودھ نچوڑنا آتا ہے۔ اوس نے
اپنی بیوی سے کہا کہ خیر بیوی ایسے اپاہج لوگ بھی دنیا میں موجود ہیں۔
جن کو کوئی کام نہیں آتا۔ رات کی رات تو کھانا کھلا دو کل دیکھیں گے
خیر وہ عورت اوس کو رہنے دی۔ پر الہی بھا بستر بنا دیا اور کہہ گئی کہ انگاروں
پر روٹی سیک رہی ہے خیال رکھنا کہ جل نہ جائے الٹتے پلٹتے رہنا میں
دودھ نچوڑ کر لاتی ہوں۔ یہ تو دودھ نچوڑنے گئی اور بادشاہ اپنے
سلطنت کے خیال میں ایسا محو ہوا کہ روٹیوں کی خبر نہ ہوئی۔ جب وہ
دودھ نچوڑ کر واپس آئی تو دیکھی کہ روٹیاں جل کر خاکستر ہو گئیں۔
اوس نے گالیاں دینا شروع کی کہ نہ ٹوکرا بننا آیا اور نہ دودھ نچوڑنے
آیا تو کیا روٹی بھی الٹ پلٹ کرنا نہیں آتا ہے۔ جاؤ اب کھانا نہیں
ملتا۔ بادشاہ افسوس کر رہ گیا۔ مرد آیا تو کھلانے کے متعلق پوچھا تو اس
کی بیوی نے کہی تو یہ دیکھو روٹیوں کو جلا کر رکھا۔ اس نے کہا کہ
بیوی یہ کسی پر عاشق ہے۔ میں بھی جب تمہاری محبت کا دیوانہ تھا
تو میری ماں نے کڑھی کی ہنڈیا کے پاس بٹھایا اور کہا کہ دیکھ یہ
ابل نہ جائے۔ میں تو تمہاری محبت میں بےخبر تھا۔ کڑھی ابلی
اتنے میں ماں آئی اور دیکھا کہ آدھی سے زیادہ ہنڈی ابل کر رہ گئی
ہے تو مجھے بہت مارا۔ لہذا یہ کسی کے محبت میں مبتلا ہے معاف کرو

کھانا دیدو۔ خیر یوں تیوں صبح ہوئی۔ الفریڈ کا سپہ سالار ڈھونڈتا ہوا یہاں پہونچا۔ اور بادشاہ کو کھڑا ہوا دیکھکر قدمبوسی حاصل کی اور ڈنچ لوگوں کو شکست دینے کی خوش خبری دی اور کہا کہ جہان پناہ چلو تخت خالی ہے۔ یہ کیفیت الفریڈ کے میزبان نے سنی تو مودبانہ طریقہ پر بادشاہ سے کہا جہاں پناہ آپ تخت پر بیٹھکر آپ کوئی سزا مت دینا وہ گنوار ہے۔ وہ مجھے بھی یوں ہی کہا کرتی ہے بادشاہ کے آنکھوں سے اوس کی محبت اور سادگی پر آنسو نکل گئے۔ اور کہنے لگا کہ تخت پر بیٹھکر میرا پہلا کام یہ ہوگا کہ میں آپ کو نوازوں۔ کہنے سننے کی بات۔ یہ طریقہ تو غریبوں کے ساتھ ہمیشہ سے برتا جاتا ہے تو اس میں عجوبہ کی کونسی بات ہے۔ یہ قصہ میں نے تمثیلاً عبدالرحیم خاں خاناں کے بپتا کو مشابہ کرنے کے لئے تحریر کر دیا۔ سبق آموزیوں بھی ہے کہ لوگ حضرت سعدیؒ کے قول پر کاربند ہوں۔

ہر بیشہ گماں مبر کہ خالیست

شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

لہٰذا اگر کوئی سوالی آ جائے تو نہ دو تو نہ دو مگر اُس کے دل دُکھنے کی بات مت کہو یہ گناہ کبیرہ ہے۔

(५८) चिंता बुद्धि परेरखिए टोटे परख त्रियाहि (۵۸)

सगे कुबेला परखिए ठाकुर गुनो कियाहि ।।—

چنتا بُدی پرکھئے ٹوٹے پرکھ تریا ہی

سگے کبیلا پرکھئے ٹھاکر گنے کیا ہی

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ فکر کے وقت بُدی پرکھنا چاہئے اور نقصان کے وقت عورت کو پرکھنا چاہئے۔ اور بُرے وقت پر سگوں کو پرکھنا چاہئے۔

(५९) छिमा बदन को चाहिए छोटेन को उतपात। ۵۹)

का रहीम हरि को घट्यो जो भृग मारी लात ।।—

رچھا بڑن کو چاہیے چھوٹن کو اُتپات

کا رحیم ہری کو گھٹیو جو بھرگو ماری لات

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ چھوٹے جو ہوتے ہیں یہ چلبلے اور شریری ہوتے ہیں یہ اُنکی عادت ہے تو چھوٹوں میں شرارت ہونا چاہئے اور بڑوں میں مُعاف کرنیکی خاصیت۔

بھرگو ایک زبردست رِشی ہوئے ہیں۔ انہیں سے بھارگو قوم کا نکاس ہے ان کے پورے حالات جو بھرگو سماچار دیپکا سے نکلتا ہے اوس میں ملیں گے۔ یہ ایک تپسیا میں جمنا کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے

اور جمنا میں طغیانی آگئی۔ اس میں یہ بہہ گئے۔ ان کو ایک مچھیرا نے جال
ڈال کر کھینچا اور جب معلوم ہوا کہ بجائے مچھلی کے آدمی جال میں آگیا ہے
تو راجہ کے پاس اُن کو پیش کیا۔ ان کے بعد چرن داس ہوئے انہیں
کے کل ہیں۔ اور اُن کی سماوی بی ناران دہلی میں واقع ہے اوس
کو محمد شاہ رنگیلے نے پانچ گاؤں دئے تھے۔ چرن داس نے پیشگوئی
کی تھی کہ کوئی شخص مغرب سے آئیگا اور تیرے ملک کو برباد کرے گا۔
تو وہ نادر شاہ آیا اور ملک برباد ہوا۔ ان کے بعد ان کی ملکہ نے حاضر
ہونیکی اجازت چاہی۔ انہوں نے کہلا بھیجا کہ آپ کے آنے کی ضرورت
نہیں ہے۔ آپ کے آنے کی غرض کا علم مجھے ہو گیا ہے وہ یول پوری
ہوگی کہ تمہارا لڑکا تخت نشیں ہو جائے گا اور ایسا ہی ہوا۔ اسی خاندان
کے سلسلہ میں ہیمو تھا مگر چونکہ یہ شیر شاہ کے کیمپ میں غلہ بیچتا تھا اس لئے
اس کو بقال کہتے ہیں مگر بعد یہ ۲۲ لڑائی پٹھانوں سے کی اور اپنی ریاست
قائم کی۔ پانی پت پر یہ اکبر کے مقابل ہوا اور قتل کیا گیا۔ اکبر کو اُن کے
قتل کا افسوس ہوا۔ اور کانوڑ ریاست پٹیالہ کا ایک ضلع ہے وہاں کی
قانون گوئی جس کو دکن میں گرداوری کہتے ہیں اس کے بھتیجے مہاپال کو
دے دی۔ اور اب تک اُنکی صنعت کرنل منوہر لال ای، ایم ایس کے
خاندان میں موجود ہے۔

ہیسو کا دن جہاں کہیں بہار گوہیں دسہرہ کو مناتے ہیں۔

بھرگو جوہری کو لات ماری اُس کی وجہ یہ ہے کہ برہما وِشنو مہیش اِن تینوں دیوتاؤں کے متعلق رشیوں منیوں میں مشورہ ہوا کہ بتاؤ ان میں کون بڑا ہے۔ جب کچھ تصفیہ نہ ہوا۔ بھرگو جی کے پاس گئے اور ان کو نمسکار تک نہیں کیا ویسا ہی بیٹھ گئے۔ برہما جی نے ان کو وہاں سے نکال دیا کہ تم بڑے بدتہذیب ہو۔ وہاں سے شنکر جی کے پاس پہونچے شنکر جی نے گلے لگانے کے لئے ہاتھ بڑھائے تو انہوں نے اُن سے کہا کہ دور رہو تم ہمیشہ مسان میں رہتے ہو اور مردہ کی راکھ جسم پر لگاتے ہوئے رہتے ہو یہ سُن کر وہ ناخوش ہوئے اور اُن کو مارنیکا ارادہ کیا تو بھاگ گئے۔ یہاں سے وشنو کے پاس پہونچے وشنو سوئے ہوئے ہیں اور لکشمی پیر دبا رہی ہے تو ایسے وقت انہوں نے لات ماری جس سے وشنو جاگ اُٹھے۔ اور وشنو نے کہا کہ مجھ سے بڑی غلطی ہوئی کہ آپ کی تشریف آوری کے وقت میں سو رہا تھا۔ آپ نے اچھا کیا نوکر کا فرض ہوتا ہی کہ مالک کا خیر مقدم کرے آپ نے اچھا کیا مجھے جگا دیا۔ مگر افسوس اس بات کا ہے کہ میرے چھاتی کے رُوئیں آپ کے نازک پیر میں چبھے ہوں گے۔ یہ کہہ کر اُن کے پاؤں دبانے لگے اِس کے بعد بھرگو رشی منیوں میں آئے اور یہ کیفیت بیان کئے۔ اب اِس لحاظ کرتے ہوئے کہ وشنو باوجود اس حرکت کے

غصہ میں نہیں آئے اس لئے انہیں کوڑا مانا گیا۔ اس کے متعلق ظفر کا ایک شعر ہے اور وہ یہ ہے۔

یا تو افسر میرا شاہانہ بنایا ہوتا ٭ یا میرا تاج گدایانہ بنایا ہوتا
اس سے بہتر تو یہی تھا نہ بنایا ہوتا ٭ تھا جلانا ہی اگر دوری ساقی سے مجھے
تو چراغ در میخانہ بنایا ہوتا الخ الخ

(६०) छोटेन सो सोहैं बड़े कहि रहीम यह रेख। (٦٠)
सहसन को हय बाधियत लै दमरी की मेख ॥

چھوٹن سو سوہیں بڑے کہی رحیم یہ ریکھ
سہسن کو یہ باندھیت لے دمڑی کی میکھ

مطلب وہ ہے کا یہ ہے کہ چھوٹوں سے بڑوں کی حفاظت ہوتی ہے جیسے کہ دمڑی کی میخ ہزار روپیہ کے گھوڑے کو باندھتی ہے۔

(६१) जब लगी जीवन जगत में सुख दुख मिलन अगोट। (٦١)
रहिमन फूटे गोट ज्यों परत दुहुन सिर चोट ॥

جب لگی جیون جگت میں سکھ دکھ میں اگوٹ
رحمن پھوٹے گوٹ جوں پرت دوہن سر چوٹ

مطلب وہ ہے کا یہ ہے کہ جب تک انسان میں زندگی ہے آرام اور تکلیف ملے ہوئے ہیں سہنا پڑتا ہے اور اس کی تشبیہ یہ ہے کہ نرد کو نرد سے

مارتے ہیں تو دونوں کو چوٹ آتی ہے

(६२) जब लागी बित्त न आपने तब लागि मित्र न कोय।[٦٢]
रहिमन अंबुज अंबु बिनु रवि ताहिन हित होय॥—

جب لگی بت نہ آپ نے تب لگی متر نہ کوئی
رحمن انبج امبو بنو رابی ناہن ہت ہوئی۔

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ جب تک اپنے پاس پیسہ نہیں ہے تب تک اپنا کوئی متر نہیں ہے اوس کی تمثیل یہ ہے کہ جب کنول کے پھول کے بازو جب تک پانی میں رہتا ہے تو سورج بھی اوس کی مدد کرتا ہے اور وہی پانی سوکھ جاتا ہے تو اوس کنول کو وہ سکھا دیتا ہے۔ فارسی میں ایک شعر ہے اور وہ یہ ہے۔

خاک باش و خوک باش و یا سگ مردار باش
ہر چہ باشی باش لیکن اندکے زردار باش

باغباں نے آگ دی جب آشیانے کو میرے
جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

(६३) ज्यों नाचत कठपूतरी करम नचावत गात।[٦٣]
अपने हात रहीम ज्यों नहीं आपने हाथ॥—

جیوں ناچت کٹھ پوتری کرم نچاوت گات؛ اپنے ہات رحیم جیوں نہیں آپ نے ہاتھ

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ جیسے بازی گر لکڑی کی پتلیوں کو نچاتا ہے
اُسی طرح سے ہمارے اعمال ہم کو نچاتے ہیں۔ یہ کٹ پتلی کا کھیل رات میں
بازی گر کرتے ہیں۔ پتلیوں کے گردن میں گھوڑے کی دم یا عیال کا بال باندھ
کر اس کو اپنی ڈفلی میں باندھ دیتے ہیں اور جوں جوں ڈفلی کو بجاتے
ہوئے اونچا نیچا کرتے تھے وہ پتلی ناچتی تھی اکثر یہ بال کالا ہوتا تھا۔ مگر جب سے
سینما اور ناٹک نکلے ان لوگوں کی روزی پر پانی پھر گیا۔

دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ کہ ہاتھ پیر ہمارے ہیں مگر
یہ کسی اور کے حکم پر کام کرتے ہیں اگر برا نہ مانا جائے تو یہ قول صادق آجاتا ہے
لا تتحرک ذرۃ الا باذن اللہ یعنی پتہ بھی بغیر حکم
خدا کے نہیں ہلتا۔

(६४) जलहिं मिलाय रहिम ज्यों कियो आपु सम छीर। (٦٤)
आंग बाहि आपुहि आप त्यों सकल आंच की भीर॥

جل ہی ملائے رحیم جیوں کیو آپو سم چھیر
آنگ وہی آپ ہی آپ تیوں سکل آنچ کی بھیر

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ دودھ پانی کو اپنا جز بنا لیا تو دودھ اٹھتا
ہے اور ساری حدت اپنے اوپر لیتا ہے۔ اس طرح سے حق دوستی
ادا کرتا ہے۔

(६५) जहां गांठ तहं रस नहीं यह रहीम जग जोय। (٦٥)
मंडए तर की गांठ में गांठ गांठ रस होय ।।—

جہاں گانٹھ تہاں رس نہیں یہ رحیم جگ جوئے
منڈے ترکی گانٹھ میں گانٹھ گانٹھ رس ہوئے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ جہاں گانٹھ ہوتی ہے وہاں رس نہیں ہوتا۔ اِس مطلب کا ایک دوہا تلسی داس نے بھی لکھا ہے۔

تلسی ریت پریت کی گنّے سے جا سیکھ
جاں گنٹھ ہے واں رس نہیں یہی پریت کی ریت

(६६) जाल परे जल जात बहि तजि मीनन को मोह। (٦٦)
रहिमन मछरी नीर को तज न छांडत छोह ।।—

جال پرے جل جات بہی تج مینن کو موہ
رحمن مچھری نیر کو تو نہ چھانڈت چھوئے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ جب ماہی گیر مچھلیوں کو پکڑنے کے لئے پانی میں جال ڈالتا ہے تو پانی مچھلی کا ساتھ چھوڑ کر جال سے باہر ہو جاتا ہے لیکن مچھلی پھر بھی پانی کی محبت کو نہیں چھوڑتی۔

(६७) जे गरीब पर हित करैं ते रहीम बड लोग। (٦٧)
कहां सुदामां बापुरो कृष्ण मिताई जोग ।।—

جو غریب پریت کریں تے رحیم بڑ لوگ
کہا سداما با پرو کرشن متائی جوگ

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ سداماں جی جو بچپن میں کرشن جی کے ساتھ پڑھتے تھے یہ تو جہاں کے وہاں رہے اور کرشن جی دوارکا میں جاکر وہاں کے راجہ بن گئے تو لوگوں نے اُن کو مشورہ دیا کہ آپ کرشن جی کے پاس جائیے وہ آپ کے افلاس کو دور کریں گے مگر دوست کے پاس جائیں تو خالی ہاتھ کیسے جائیں۔ اس کا ذکر اپنی بیوی سے کیا۔ بیوی کہیں سے کچھ چڑوے اودھار مانگ کر لائی۔ اور وہ بطور سوغات کرشن جی کے پاس بھینٹ کرنے کو گئے۔ خیر یہ گرتے پڑتے دوارکا پہونچے۔ دوارکا کو سونے کی نگری بھی کہتے ہیں۔ خیر پوچھتے پوچھاتے یہ ان کے محل تک پہونچ گئے اور وہاں سے اطلاع کرنے کو کہا۔ اور یہ کیفیت سنانے کو کہا۔

سیس پگا نہ جھگا تن میں نہیں جانے کون بسے کس گاداں
دھوتی پھٹی سمٹی دوپٹی پاؤں نہیں اُپن کے ساداں
دوار کھڑو دُوج دربل چکرت دیکھے چتا کے دہاماں
پوچھت دین دیال کو ناؤں بتاوے اپنو نام سداماں
ہائے مہا دکھ پایو سکھا تم اتی کتے دن کھوئے
پانی پرات ہت چھیو ناہیں نین کے جلسوں پگ پودھوئے

دیکھ سداماں کے دین دشا کروناکر کے کرونا گت روئے

بھائے ہیں پائیں بوائیں تے مکھ کنہک چال لگ رہے جوئے

مطلب یہ ہے کہ جب سداماں نے دربان کے ذریعہ سے اطلاع کرائی تو دربان نے کہا کہ ایک آدمی کھڑا ہے جس کے سر پہ پگڑی نہیں اور آنگ میں انگرکھا اور پاؤں میں جوتوں کی گت نہیں اور دھوتی پھٹی ہوئی ہے اور کمزور ہے پر بالکل چھٹا ہوا دوپٹا ہے آپ کو پوچھوایا ہے اور یہ بھی دریافت کرایا ہے کہ یہ کس کا مکان ہے اس سے دریافت کرنے پر اپنا نام سداماں بتایا وہ اون کو لینے کے لئے خود گئے اور بٹھا لئے۔ لوگ ایسے پھٹے حال کا اس طرح پر خیر مقدم دیکھ کر حیران رہ گئے اور چونکہ یہ تھکے ہوئے آئے تھے اس لئے اُن کے پیر دھلائے مگر پرات میں جو پانی تھا اس سے پاؤں نہیں دھلائے بلکہ آنکھوں کے پانی سے دھوئے بڑے لوگ وہی ہیں جو غریبوں پر رحم کرے۔

(۶۸) जे रहीम बिधि बड किए को कहि दूषन काढि।
चंद्र दूबरो कूबरो तऊ नरबत्त तें बाढि ॥—

جے رحیم بدی بڑھ کیے کو کہی دوشن کاڑی

چند دوب رو کوبرو تو ادنکھت میں باڑی

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ جس کو ان نے بڑا بنایا ہے اوس میں عیب لگا کر اُسے کون چھوٹا کر سکتا ہے۔ چاند کتنا ہی دُبلا اور چھوٹا ہونے پر

تاروں سے توڑہ کری رہے گا۔

(६९) जे सुलगे ते बुझि गए बुझे ते सुलगे नाहिं।(۶۹)
रहिमन दाहे प्रेम के बुझि बुझि के सुलगाहिं।।-

جے سلگے تے بجھے گئے بجھے تے سلگے نا ہیں
رحمن دا ہے پریم کے بجھی بجھی کو سلگا ئیں

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ جو سلگتے ہیں وہ بجھتے ہیں اور جو بجھ جاتے ہیں وہ سلگتے ہیں یعنی محبت کی وہ آگ ہے جو جلتی اور بجھتی ہے۔

غالب یہ شعر کہتا ہے۔

یہ وہ آگ ہے کہ جلائے نہ جلے اور بجھائے نہ بجھے

(७०) जेहि अंचल दीपक दुरयो हन्यो सो ताही गात।-
रहिमन असमय के परे मित्र शत्रु है जात।।-

جو ہی انچل دیپک درکے ہنیو سوتا ہی گات
رحمن اسمئے کہ پرے متر شترو ہے جات

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ جس جہو رنے دیپک میں چھپایا کس سے چھپایا۔ ہوا سے جلنے کے لئے اپنے کو چھپایا اسی انچل کے لگنے سے وہ ختم ہو گیا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ برے وقت پر دوست بھی دشمن ہو جاتے ہیں۔

(७१) जे रहीम तन मन लियो किये हिए बिच भौन। (۱)
तासो दुख सुख कहन की रही बात अब कौन ॥-

جی رحیم تن من لیو کیو لئے بچ بھون
تاسو دکھ سکھ کہن کی رہی بات اب کون

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ جس نے ہمارا دل اور جسم دونوں لئے
اور جگر میں جس نے اپنے رہنے کی جگہ بنایا اب صرف دکھ سکھ سہنے کی
بات ہی کون سی باقی رہ جاتی ہے جو کہی جائے۔

(७२) जैसी जाकी बुद्धि है तैसी कहे बनाय। (۲)
ताकों बुरो न मानिए लेन कहां सो जाय ॥-

جیسی جاکی بدھی ہے ویسی کہے بنایا
تاکو برو نہ مانئے لین کہاں سو جائے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ جس کی جیسی عقل ہے ویسی ہی بات
کرے گا اس کو برا نہ ماننا چاہیئے۔

(७३) जैसी परे सो सहि रहे कहि रहीम यह देह। (۳)
धरती पर ही परत है शीत घाम औ मेह ॥-

جیسی پڑے سو سہی رہے کہے رحیم یہ دیہ
دھرتی پہی پرت ہے سیت گھام او میہ

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ اس دیر پر جیا بھی دکھ پڑتا ہے
اُسے یہ سہہ لیتا ہے زمین ہی پر بہاڑ ایا پانی اور گرمی پڑتی ہے۔ ویسے ہی
انسان کے جسم کا حال ہے۔ حافظ کا ایک شعر ہے کہ

زرنج و راحتِ رگیتی مشو غافل مرنجان دل
کہ آئینہ جہاں گاتے چنین گاہے چنان باشد

(७४) जैसी तुम हमसों करी, करी जो तीर। (۷۴)
बाढे दिन के प्रीत हो गाढे दिन रघुबीर ॥—

جیسی تم ہم سو کری۔ کری جو تیر
باڑھے دن کی پریت ہوگاڑھے دن رگھوبیر

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ جیسا تم نے ہم سے کیا وہ سب سامنے ہے
اچھے دنوں کے تم دوست ہو اور برا تمہارے دنوں کا۔

(७५) जो अनुचितकारी तिन्हें लगे अंक परिनाम। (۷۵)
लखे उरज उर बेधिये तत क्यों न होय मुख स्याम ॥

جو انوچت کری تینہے گے انک پری نام
لکھے ارج اُر بیدھیت کیوں نہ ہوئے مکھ سیام

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ جو نا جائز کام کرتے ہیں اُنہیں بدنامی
کا ٹیکہ یقیناً لگتا ہے جو عورتوں کے جوبن پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ اُن کے

کلیجے کو چھید دیتے ہیں پھر ان کا منہ کالا کیوں نہ ہو۔

(۷۶) जो घरही मे घुस रहे कदली सुपत सुडील। (٦)
तो रहीम तिन तें भले पथ के अपत करील ॥-

جو گھری میں گھس رہے کدلی سپت سڈیل
تو رحیم تن سے بھلی تجھ کے اپت کریل

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ کیلے کا جھاڑ بہت سندر پتوں سے بھرا ہوا ہو لیکن گھری کے اندر گھس کر رہتا ہو تو اوس سے راستہ کا کریل جھاڑ (کریل ایک قسم کا درخت ہے جس کو پتے نہیں ہوتے)

(۷۷) जो पुरुषारथ ते कहूं संपति मिलत रहीम। (٧)
पेट लागि बैराट घर परत रसोई भीम ॥-

جو پرشارتھ سے کہوں سمپت ملت رحیم
پیٹ لاگی بیراٹ گھر پت رسوئی بھیم

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ اگر کہیں سخت محنت کرنے سے دولت ملتی تو بھیم کو راجہ بیراٹ کے گھر پیٹ کے لئے رسوئی نہ بنانا پڑتا۔

واقعہ یہ ہے کہ پانڈو کے جنگ میں جب جوئے کی وجہ سے اپنا ملک اپنی دولت حتی کہ اپنی بیوی دروپدی کو ہار گئے تو ان کو (۱۲) برس کا بن باس دیا گیا اور یہ بھی حکم ہوا کہ ۱ برس اس گمنامی میں گزاریں کہ ان کا پتہ ہی

نگے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں وہ براٹ۔ اج ہیں آئے اب بعضوں کا کہنا یہ
ہے کہ برار کی وہ براٹ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ شور اپور کے اوس حصہ کو جو
ندّے جھال علاقہ بیجاپور سے ملا ہوا ہے اوس کو براٹ کہتے ہیں۔ بہرکیف
وہاں جاکر ارجن ہیجڑا بنا۔ اور بھیم رسوائی بنانیوالا بنا۔
خلاصہ یہ کہ دولت قسمت سے ملتی ہے محنت کرنے سے نہیں ملتی۔

(७८) जो बडे तको लघु कहें नहि रहीम घटिजांहि (۷۸)
गिरधर मुरलीधर कहे कछु दुख मानत नांहि ॥

جو بڑے ہت کو لگھو کہے نہیں رحیم گھٹی جاہی
گردھر مُرلی دھر کہے کچھو دُکھ مانت ناہی

مطلب وہ ہے کا یہ ہے کہ جو بڑوں کو چھوٹا کہتے ہیں ان کے کہنے
سے وے چھوٹے نہیں ہو جاتے اور نہ برا مانتے ہیں۔ جیسے گردھر د پہاڑ اٹھانے
والے کو مُرلی دھر یعنی بنسری بجانیوالا برا نہیں مانتا۔

(७९) जो मरजात चली सदा सोईतौ ठहराय। (۷۹)
जो जल उमगे पारते सो रहीम बहिजाय॥

جو مرجاد چلی سدا سو ہی تو ٹھیرائے
جو جل اُمگے پارتے سو رحیم بہی جائے

مطلب وہ ہے کا یہ ہے کہ جو وضع داری بزرگوں سے چلی آئے

وہی ٹہیر سکتی ہے پانی اگر کنارے سے باہر ہو جائے گا تو بہ جائے گا۔ اس دوہے کو یوں بھی لکھا گیا ہے۔

تہی پران چلی بوجھلو جو سب دن ٹہیرا ے
عمر چلے جل بار تے تو رحیم رہ جائے

(۸۰) जो रहीम उत्तम प्रकृती का करी सकत कुसंग।
चंदन विष व्यपत नहीं लपटे रहत भुजंग।।-

جو رحیم اتم پرکرتی کا کری سکت کسنگ
چندن وشئے ویاپت نہیں لپٹے رہت بھجنگ

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ جو اعلیٰ طبیعت کے لوگ ہیں اُن کو بُری صحبت کیا اثر کر سکتی ہے۔ مثال اوس کی یہ ہے کہ چندن کے جھاڑ کو سانپ لپٹے ہوئے رہتے ہیں لیکن اُن کے زہر سے اوس کو کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

(۸۱) जो रहीम ओछो बढ़े तौ अति ही इतराय।
प्यादे सों फरजी भयो टेढ़ो टेढ़ो जाय।।-

جو رحیم اوچھے بڑہے تو اتی ہی اترائے
پیادے سوں پھرجی بھئے ٹیڑہو ٹیڑہو جائے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ اوچھے یا کم ظرف اگر بڑہ جائیں یا ترقی کر جائیں تو اکڑ جاتے ہیں۔ ہم چوں دیگرے نیست خیال کرتے ہیں

اور اُس کی مثال یہ ہے کہ پیادہ جس کی چال سیدہی ہے فرضی ہونے پر ٹیڑہا ٹیڑہا چلتا ہے۔

(८२) जो रहीम करिबो हतो ब्रज को इहे हवाल। (۸۲)

तो काहे कर पर धरयो गोवर्धन गोपाल॥-

جو رحیم کری بو ہو تو برج کو ہئیے احوال

تو کاہے کر پر دہریو گوور دھن گوپال

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ برج - برج میں متھرا آگرہ۔ کوہل اور ایک ضلع یہ چاروں ضلعوں کو پرانے زمانہ میں برج بہومی کہتے تھے۔ اور متھرا سے کچھ تہوڑی دور پر ایک پہاڑ ہے جس کو گروا کہتے ہیں۔ اس پہاڑ کو کرشن جی نے دیوالی کے دوسرے روز اپنی انگلی پر اٹھایا تھا اور یہی وہ دن ہوتا ہی کہ بارش اختتام پر ہوتی ہے تو برج کی عورتیں اپنے گھروں کا سب گوبر نکالکر ایک پتلا بناتی ہیں اور اس کے سامنے پوجا ہوتی ہے گروا کا گووردھن یہ عرفیت ہے۔

کرشن جی کا ارادہ برج کو چہوڑ کر دوارکا ہی جانے کا تھا تو یہ سب بکھیڑے کیوں کئے۔

(८३) जो रहीम गति दीप की कुल कपूत गति सोय (۸۳)

बारे उजियारो लगे बढ़े अंधेरो होय॥-

جو رحیم گتی دیپ کی کل کپوت گتی سوئے

بارے اجیارو لگے بڑھے اندھیرو ہوئے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ جو حالت دیپہ کی ہوتی ہے وہی خاندان میں پیدا ہونے والے ناخلف لڑکے کو۔ اوس کی مثال یہ ہے کہ بچہ جب پیدا ہوتا ہے اوس کی خوشی ہوتی ہے اور جوں جوں بڑا ہوتا ہے تو اس کے افعال سے رنج ہوتا ہے یہی حال چراغ کے ابتدائی روشنی اوس کی اچھی معلوم ہوتی ہے اور اس کے بجھر کنے پر تکلیف ہوتی ہے۔ باڑ لفظ کے معنی میں چراغ کے ساتھ یوں استعمال ہوتا ہے کہ چراغ کو بڑھا دو یعنی بجھا دو دسترخوان کو بھی اٹھانا نہیں کہتے بلکہ کہتے ہیں کہ دسترخوان بڑھاؤ۔ اور اس طریقہ پر بچے کے پیدا ہونے پر خوشی ہوتی ہے اور اوس کے مرنے پر رنج ہوتا ہے۔

(۸۴)

जो रहीम गीत दीप की सुत सपूत की साय ।- (८४)

बडो उजेरो तेहि रहे गए अंधेरे होय ।।-

جو رحیم گتی دیپ کی سُت سپوت کی سوئے

بڑھو اجے رو لتی رہے گئے اندھیرے ہوئے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ جو کیفیت چراغ کی ہوتی ہے وہی کیفیت لائق لڑکے کی ہوتی ہے اُس کے رہنے سے گھر میں اجالا رہتا ہے

اور اوس کے جانے سے اندھیرا ہوجاتا ہے۔ لڑکے کو اردو کتابت میں
یوں مخاطب کرتے ہیں۔ راحت جان نور چشم۔ قرۃ العین۔

(८५) जो रहीम जग मारियो नैन बान की चोट।(८५)
भगत भगत कोउ बचि गये चरन कमल की ओट

جو رحیم جگ ماریو نین بان کی چوٹ
بھگت بھگت کو وبچی گئے چرن کمل کی اوٹ

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ آنکھوں کے تیروں نے جب چلنا شروع
کیا بہت گھائل ہوئے مگر وہ بچ رہے۔ جن کی نظر پہنچی تھی یعنی ان تیروں
کے مقابل میں نہیں آئی۔ اردو شاعروں نے بھی کل پلکوں کو تیر باندھا ہے۔

(८६) जो रहीम दीपक दसा तिय राखत पट ओट।(८६)
समय परे ते होत है वाही पट की चोट॥ -

جو رحیم دیپک دسا تیا راکھت پٹ اوٹ
سمے پرے تے ہت ہوئی پٹ کی چوٹ

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ دیے کو عورت اپنے کپڑے کی آڑ میں رکھتی ہے
اُسی کپڑے کی چوٹ سے وہ وقت پر ٹھنڈا ہوجاتا ہے یہ وقت کی بات ہے۔

(८७) जो रहीम घगातर परो रगीर नाक अरु सीस।(८७)
निठुर आगे रोयबो आंस गारिबो खीस॥ -

جو رحیم یگ تر پرے رگری ناک آرودیں
ٹھٹرا آ گئیے رو یو آنس گریو سیس

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ اے رحیم بے رحم آدمی کے پیروں کے نیچے اور اوس کے سامنے ناک ر اور سیر رگڑنے پر اور رونے پر اور آنسو گرانے پر کوئی نتیجہ نہیں نکلتا ہے اِس لئے اس کے سامنے یہ سب کرنا بیکار ہے۔

(۸۸) जो रहीमतन हाथ है मनसा कहुं किनजाहिं (८८)
जलमे जो छाया परी काया भाजति नाहिं ।।-

جو رحیم تن ہاتھ ہے منسا کہوں کن جاہیں
جل میں جو چھایا پڑی کایا بھیجت ناہیں

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ جب جسم تیرے قابو میں ہے تو من کہیں بھی کیوں نہیں جاتا۔ اوس سے کوئی نقصان نہیں پہونچ سکتا۔ جیسے پانی میں سایہ پڑنے سے جسم نہیں بھیگتا۔

(۸۹) टूटे सुजन मनाइए जो टूटे सौबार ।- (८९)
रहिमन फिरि फिरि पोहिम टूटे मुक्ताहार ।।-

ٹوٹے سجن منائیے جو ٹوٹے سو بار۔
رحمن پھری پھری پوہو یے ٹوٹے مکتا ہار

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ پیا کی کوئی بات کسی وجہ سے بگڑ جائے

ناراض ہو جائے اور کئی بار ایسا ہو تب بھی انہیں منانا چاہیے۔ موتیوں کے ہار سے ٹوٹ کر گرنے والے موتیوں کو پھر اسی ہار میں پرو دیا جاتا ہے۔

(९०) तन रहीम है कर्म बस मन राखो ओहि ओर। (۹۰)

जल मे उलटी नाव ज्यों खेंचत गुन के जोर ॥

تن رحیم ہے کرم بس من راکھو اوہی اور

جل میں الٹی ناو جیوں کھینچت گن کے زور

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ جسم تو اس جنم یعنی پرانے اعمالوں کے قابو میں ہے وہ آپ سے اور کسی طرف نہیں جا سکتا۔ جب من کو بھگوان کی طرف لگاؤ گے تب ہی اس جسم کو سکھ ملیگا۔ بہاؤ سے الٹا لیجانے کے لئے ناؤ کو رسی سے کھینچتے ہیں۔

(९१) तबही लौं जीबो भलो दीबो होय न धीम। (۹۱)

जग में रहिबो कुचित गति उचित न होय रहीम॥

تب ہی کو جی بھلو دیبی ہوئے نہ دھیم

جگت میں رہبو کچت گتی اچت نہ ہوے رحیم

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ اسی وقت تک جینا اچھا ہے جب تک دولت کم نہ ہو دنیا میں بری حالت میں رہنا لازم نہیں۔
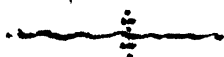
(९२) तरूवर फल नाहिं खात है सरवर पियहिं न पानि। (۹۲)

कहि रहीम परकाज हित संपति संचहि सुजान॥-

تروور پھل نہیں کھاتے سرور پیے ہی نہ پان

کہی رحیم پرکاج ہت سمپتی سیانچ ہی سجان

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ جھاڑ اپنے پھل آپ نہیں کھاتے۔ تالاب اپنا پانی آپ نہیں پیتے پھر بھی جمع رکھتے ہیں۔ دوسروں کی بھلائی کے لئے ایسے ہی سجنوں کا واقعہ ہے۔

(९३) तासों ही कछु पाइए कीजे जाकी आस। (۹۳)

रीते सरवर पर गये कैसे बुझे पिआस॥-

تاسوں ہی کچھو پائے کیجے جاکی آس

ریتے سرور پر گئے کیسے بجھے پیاس

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ اس سے کچھ پاؤ گے جس سے کچھ آس ہے۔ سوکھے تالاب کے پاس جانے سے پیاس کیسے بجھیگی۔

(९४) तैं रहीम अब कौन है मती खेंचत बाय। (۹۴)

खस कागद को पुतरा नमी माहि खुल जाय॥-

تے رحیم اب کون ہے اتی فضیحت پائے

خس کاگد کو پوترا نمی ماہی کھل جائے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ اے رحیم اب تو کون ہے جو ہوا تجھے
اِس طرح کھینچ لے جا رہی ہے جس طرح سے کاغذ کا پتلا سردی میں گھل جاتا ہے

(۹۵) थोथे बादर क्वार के ज्यों रहीम घहरात। (९५)
धनी पुरुष निरधन भये करैं पाछिली बात॥-

تھوتے بادر کنوار کے جو رحیم گہرات
دھنے برش نردھن بھئے کریں پاچھلی بات

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ کالی بادل جو کنوار کے مہینہ میں آسمان
پر نظر آتے ہیں۔ صرف گرجتے ہیں۔ ایسے ہی جو پیسے والے ہیں وہ غریب
ہو جاتے ہیں۔ پربیتی ہوئی امیری کے وقت کی بات کیا کرتے ہیں۔

(۹۶) थोरो किए बडेन की बडी बडाई होय। (९६)
ज्यों रहीम हनुमंत को गिरधर कहत न कोय॥-

تھورے کئے بڑن کی بڑی بڑائی ہوئے
جیوں رحیم ہنمنت کو گردھر کہے نہ کوئے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ بڑے آدمی تھوڑا سا بھی کام کرتے ہیں تو
اُنکی بہت تعریف ہوتی ہے اُنکے چھوٹے کی نہیں جیسے کہ ہنومان جی کو بڑے بڑے
پہاڑوں کے اٹھانے پر بھی۔

---

(९७) दादुर मोर किसान मन लग्यो रहे घन माहिं। (۹۷)
रहिमन चातक रटनि हू सरवर को कोउ नाहिं।।

دادر مور کسان مَن لگیو رہے دھن ماہی
رحمن چاتک رٹن ہو سرور کو کوُو ناہی

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ مینڈک مور اور کسان ان سب کا دل بادل میں لگا رہتا ہے اور پپیہا بھی اس کو رٹا رہتا ہے۔ تالاب جو دوسروں کے لئے بارہ مہینے پانی جمع کر کے رکھتا ہے اوس کی یاد کوئی نہیں کرتا۔ اِس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پپیہا کے رٹن کی برابری اِن میں سے کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ پپیہا ایک خاص چڑیا کا نام ہے۔ سوتی نکھتر کے پانی کے لئے ترستا ہے اگر نہ ملے تو پیاسا ہی رہ جاتا ہے۔ دوسرے تو اور پانی سے بھی کام چلا لیتے ہیں۔

(९८) दीन्य दीनता के रसहिं का चाखे जग अंधु। (۹۸)
भली बिचारी दीनता दीनबन्धु से बन्धु।।

دریا دین تا کے رسہی کا چاکھے جگ اندھو
بھلی بچاری دینتا دین بندھو سے بندھو

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ غربت کے مزے کو اندھی دنیا کیا جانے غریبی ایک بہت زبردست خاص قدرتی وصف ہے غریب کو اور غریبی کو

بھگوان نے اپنایا ہے اس سے ہر ایک انسان کو اپنانا چاہیئے۔

(९९) दीन सबन को लखत है दीन हिं लखें न कोय (۹۹)
जो रहीम दीनहि लखे दीन बंधु सम होय ।।-

دین سبن کو لکھت ہے دین ہی لکھے نہ کوئے
جو رحیم دین ہی لکھے دین بندھو سم ہوئے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ غریب آدمی سب کی طرف دیکھتا ہے لیکن غریب کے طرف کوئی نہیں دیکھتا۔ اگر غریب کے طرف دیکھنے لگے تو وہ بھگوان کے برابر ہو جائے گا۔

(१००) दुख नर सुनि हांसी करे धरत रहीमन धीर (۱۰۰)
कहो सुने सुनि सुनि करे ऐसे बे रघुबीर ।।-

دکھ نر سنی ہنسی کرے دھرت رحیم نہ دھیر
کہی سنے سنے سنے کرے ایسے بے رگھوبیر

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ جب کسی کے دکھ کو سن کر لوگ ہنسی اڑاتے ہیں اس وقت رحیم سے صبر نہیں کیا جا سکتا۔ خود کسی کے دکھ کو سنتے ہیں اور بار بار سنتے ہیں اور اس کے دکھ کو دور کرتے ہیں ایسے بھگوان ہیں۔

(१०१) दुरदिन परे रहीम कहि दुरथल जैयत भागि (۱۰۱)
ठाढे हूजत घूर पर जब घर लागत आगि ।।-

دردن پرے رحیم کہیں ڈاٹھل جہت بھاگی
تھارے ہوجت گھور پر جب گھر لاگت آگی

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ برے دن آنے پر یہ نہ دیکھنا چاہیئے کہ یہ کچھ اچھی ہے یا بُری۔ جیسے کہ گھر میں آگ لگنے پر گھوڑ پر بھی کھڑے رہنا پڑتا ہے۔

(۱۰۲) दुरदिन परे रहीम कहि भूलत सब पहिचानि।
सोच नहीं वित हानि को जो न होय हित हानि ।।

دُردن پرے رحیم کہی بھولت سب پہچانی
سوچ نہیں وت ہانی کو جو نہ ہووے ہت ہانی

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ بُرے دن آنے پر سب پہچان والے اپنے کو بھول جاتے ہیں۔ پیسے کے جانے کا کوئی رنج نہیں۔ اگر پیار اور محبت کو نقصان نہ پہونچے۔

(۱۰۳) देनहार कोउ और है भेजत सो दिन रैन।
लोग भरम हम पै धरें याते नीचे नैन ।।

دینہار کوئی اور ہے بھیجت سو دن رین
لوگ بھرم ہم پہ دھریں جاتے نیچے نین۔

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ دینے والا کوئی اور ہے اور جس کے

ذریعہ دیا جائے وہ کوئی اور ہے لیکن لوگوں کا خیال ہے کہ رحیم دیتا ہے۔ اس وجہ سے وہ شرمندہ ہے۔

(१०४) दोनों रहिमन एक से जौ लौ बोलत नाहिं। (۱۰۴)
जान परत है काक पिक ऋतु बसंत के माहिं॥

دونوں رحمن ایک سے جو لو بولت ناہی
جان پرت ہے کاک پک ابت بسنت کے ماہی

مطلب دوہے کا یہ ہے دونوں ایک ہی سے ہیں جب تک وہ بولتے نہیں یعنی کوا بھی کالا کویل بھی کالی۔ کالے پن میں کوئی فرق نہیں۔ لیکن جب بسنت رُت آتی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوا ہے اور یہ کویل۔ ایک کوے اور کویل کے بولنے کے متعلق ایک دوہا ہے۔

کاگا کس کن ہرے کویل کا کودے
اپنے میٹھے بول سنا کر جگ اپنے کرے

(१०५) धन थोरो इज्जत बडी कह रहीम का बात। (۱۰۵)
जैसे कुल की कुलवधू चिथडुन मांह समात॥

دھن تھورے اِجّت بڑی کہہ رحیم کا بات
جیسے کل کی کل بدھو چتھڑیاں مان سمات

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ اے رحیم پیسہ تھوڑا ہو مگر عزت بڑی ہو

یہ کیا بات ہے۔ جیسے ایک شریف خاندان کی شادی شدہ استری ایک چیتھڑوں میں رہنے پر بھی دنیا کی نظروں میں عزت پاتی ہے۔

ایک شعر ہے اور وہ یہ ہے۔

پھٹے کپڑوں پہ خنداں مثل گل ہوں
شرافت کیا بہار بے خزاں ہے

غالب نے بھی اس مضمون کو باندھا ہے۔

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالب
تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں۔

(१०६) धन दारा अरु सुतन सों लगो रहे नित चित्त।
नहिं रहीम कोउ लख्यो गाढे दिन को मित्त॥

دھن دارا ارو ستن سو لگو رہے نت چت
نہی رحیم کو اور لکھیو گاڑے دن کو مت

مطلب وہ ہے کہ یہ ہے کہ دولت بیوی اور بیٹوں سے دن رات دل لگا رہتا ہے لیکن ان میں سے کوئی بھی مصیبت کے وقت کام نہیں آتا۔ صرف پرماتما ہی کام آتا ہے۔ یہ کوئی بھی موت کے دن ساتھ نہیں دیتے ہیں۔

(१०७) धनि रहीम गति मीन की जल बिछुरत जिय जाय
जिअत कंज तजि अनत बसि कहा भौर को भाय॥

دھنی رحیم گتی مین کی جل بچھرت جئے جائے
جیت کنج تجی نت بسی کہا بھو ر کو بھائے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ مچھلی کو دھن ہے جو پانی سے الگ ہوتے ہی نہیں جیتی۔ برخلاف اس کے بھنورا۔ کنول کے پھول کے کملاتے ہی پاس نہیں پھٹکتا یہ کتنا بے وفا ہے۔

(۱۰۸) धनि रहीम जल पंक को लघु जिय पिअत अघाय।
उदधि बड़ाई कौन है जगत पिआसो जाय॥-

دھنی رحیم جل پنک کو لگھو جئے پیت اگھا
اُدھادی بڑائی کون ہے جگت پیاسے جائے

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ اے رحیم وہ کیچڑ کا پانی بھی اچھا ہے جس کو چھوٹے سے جیو پی کر اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔ دریا ہوا تو کیا دنیا پیاسی جاتی ہے۔

(۱۰۹) धूर धरत नित सीस पै कहु रहीम केहि काज।
जेहि रज मुनि पत्नी तरो सो ढूंढत गजराज॥-

دھور دھرت نت سیس پے کہو رحیم کی کاج
جیہی رج منی تپنی ترو سو ڈھونڈت گجراج

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ رحیم ہاتھی کو دیکھ کر یہ سوال کرتا ہے

کہ ہاتھی اپنے سر پر خاک کیوں اڑا تا جاتا ہے۔ پھر خود ہی جواب دیتا ہے کہ جس خاک سے (اہلیہ) تیر گئی تھی ممکن ہے وہی خاک اوس کے سر پر پڑے اور اوس کی عاقبت بخیر ہو۔ یہ دوہا قصہ طلب ہے۔

وہ اِس طرح ہے کہ اہلیہ گوتم رشی کی بیوی کو بد دعا لگی تھی اور وہ پتھر کی ہوگئی تھی تو جب رامچندر جی کا اودہر سے گزر ہوا تو اُن کے گرد اڑی یا لات لگی تو وہ سرب چلی گئی۔ اُسی خاک کو ویسا سمجھ کر اپنے سر پر اڑاتا ہی اس کا ذکر راماین میں یوں ہے کہ کھیوٹ جو رامچندر جی کو ندی پار لیگیا تھا اُن سے کہا کہ مہاراج مجھے پیر دہو لینے دو اگر میری ناؤ میں بغیر پیر دہوئے قدم رکھا تو وہ بھی سرگ کو چلی جائے گی اور میں غریب کیا کھائیگا کہاں سے اِس لئے پہلے مجھے پیر دہو لینے کی اجازت دیجئے اور پھر ناؤ میں بیٹھنے کی۔

سن کیوٹ کے بین پریم لپٹے اٹ پٹ
بیاہ سے کرو ناہیں دیکھ جان کی لکھن تن

رامچندر جی نے سیتا کی طرف اس وجہ سے دیکھا کہ جب میری شادی ہوئی تو آپ کے والد نے میرے پیر دہوئے تھے۔ اور لچھمن کے طرف دیکھا کہ تم میرے چھوٹے بھائی ہونیکی وجہ سے پیر دہونے کا حق تم کو ہے۔ آج تم دونوں کا حق یہ کھیوٹ مفت لے رہا ہے۔

(११०) नहिं रहीम कछु रूप गुन नहि मृगया अनुराग।
देसी स्वान जो राखिए भ्रमत भूख ही लाग॥

نہیں رحیم کچھو روپ گن نہی مرگایا انوراگ
دیسی سوان جو راکھیئے بھرمت بھوک ہی لاگ

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ دیسی کتے میں نہ تو روپ ہی ہے نہ گن نہ شکار کا شوق۔ اس کو رکھنے سے جو بھوک کا مارا ادھر اُدھر پھرا کرتا ہے کیا لابھ

(१११) नाद रीझि तन देत मृग नर धन हेत समेत।
ते रहीम पशु से अधिक रीझेहु कछू न देत॥

ناد ریجھی تن دیت مرگ نر دھن ہت سمیت
تے رحیم پشو سے ادھک ریجھے ہی کچھو نہ دیت

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ گانے بجانے پر ریجھ اور ہرن ایسے محو ہو جاتے ہیں کہ شکاری اون کو پکڑ لیتے ہیں (یعنی وہ اپنی جان اُن کے حوالہ کر دیتے ہیں) انسان خوش ہونے پر پیسہ دیتا ہے وے لوگ جو خوش ہونے پر بھی کچھ نہیں دیتے۔ جانوروں سے بھی نیچے درجہ کے ہیں۔

(११२) निज कर क्रिया रहीम कहि सुधि भावी के हाथ।
पांसे अपने हाथ में दांव न अपने हाथ॥

نج کر کریا رحیم کہی سُدہ بھاوی کے ہاتھ پانسے اپنے ہاتھ میں داؤں نہ اپنے ہاتھ

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ کچھ سنتوں کا کہنا ہے
بُری ہے اِس سے کچھ کام کرنا بیکار ہے۔ ایسے لوگوں کا کہنا ہے

بستر پہ شل موٹ پڑے رہنا ہے اچھا
بندر کی طرح دھوم مچانا نہیں اچھا

سر بھاری چیز ہے اُسے تکلیف ہو تو ہو۔ پر جیب بچاری کا ہلانا نہیں اچھا
رحیم کا خیال ہے کہ کام کرنا ہی ضروری ہے جس کا نتیجہ ہی تقدیر ہے
کام کے بنا تقدیر کا پتہ چل نہیں سکتا۔ امیر کا ایک شعر ہے۔
شکست و فتح تو قسمت سے ہے وَلے اَمیر مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا
پانسے اپنے ہاتھ میں ہیں داؤں اپنے ہاتھ میں نہیں ہے۔ پانسے بعض جگہ ہاتھی دانت کے بنے ہوتے ہیں اور بعض جگہ ہڈی کے۔ اور بعض کوڑیوں کے بھی بنا لیتے ہیں یہ سب چیزیں چوسر کے کھیل میں کام آتی ہیں۔

(११२) नैन सलोले अधर मधु कहि रहीम घटि कौन।
मीठो भावे लोन पर अरु मीठे पर लोन ॥ –

نین سلونے اُدھر مدھو کہی رحیم گھٹی کون
میٹھو بھاوے لون پر اور دیجے پر لون

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ ہونٹھ تو میٹھے ہیں اور آنکھیں نمکین پھر کہو کس بات کی کمی ہے میٹھا نمک پر اچھا معلوم دیتا ہے اور میٹھے پر نمک۔

(१६४) परि रहिवो मरिवो भलो सहिबो कठिन कलेस।
बामन है बलि को छल्यो भलो दियो उपदेस।।

پری رہیو مری بوجہلی یو سہیو کٹھن کلیس ؎ بامن ہے بلی کو چھلیو بھلیو دیو اپدیس

مطلب دوہے کا یہ ہے کہ وامن باون انگل کے تھے مگر اُن میں طاقت اتنی تھی کہ جتنا اونچا چاہیں اپنے کو کر سکتے تھے۔ مہاراجہ بلی کے دربار میں گئے اور اُن سے وکشنا مانگی کہ مجھے تین قدم زمین کی ضرورت ہے کہ میں اپنی کوٹھریا بنا لوں۔ بلی نے ہنسکر کہا کہ تمہیں مانگنا بھی نہ آیا تین پیر زمین پر تمہاری کوٹھری کیسے بنے گی۔ آپ جو چیز جتنی چاہے لے سکتے ہیں۔ وامن جی نے کہا کہ برہمن کو اتنا ہی لینا چاہیئے جتنی اُسے ضرورت ہے ورنہ اس کی تذلیل ہے۔ مجھے اتنی ہی چاہیئے۔ راجہ نے سنکلپ کے وقت پانی ہاتھ میں لیا اور وامن نے اپنا جسم پھیلانا شروع کیا۔ دو قدم میں اوس نے تمام اون کی ریاست کی ناپ لی۔ تیسرے کے لئے گنجائش نہ رہی۔

بھگوان کے اِس چھل بہل پر رحیم کہہ رہے ہیں کہ پڑے رہنا اچھا تھا۔ مرجانا اچھا تھا۔ طرح طرح کی تکالیف لینا اچھا تھا۔ لیکن لوگوں کو ایسا دھوکا دینا نہ چاہیئے تھا۔

تمت بالخیر

۲۵ ماہ بان ۱۳۴۹ ف